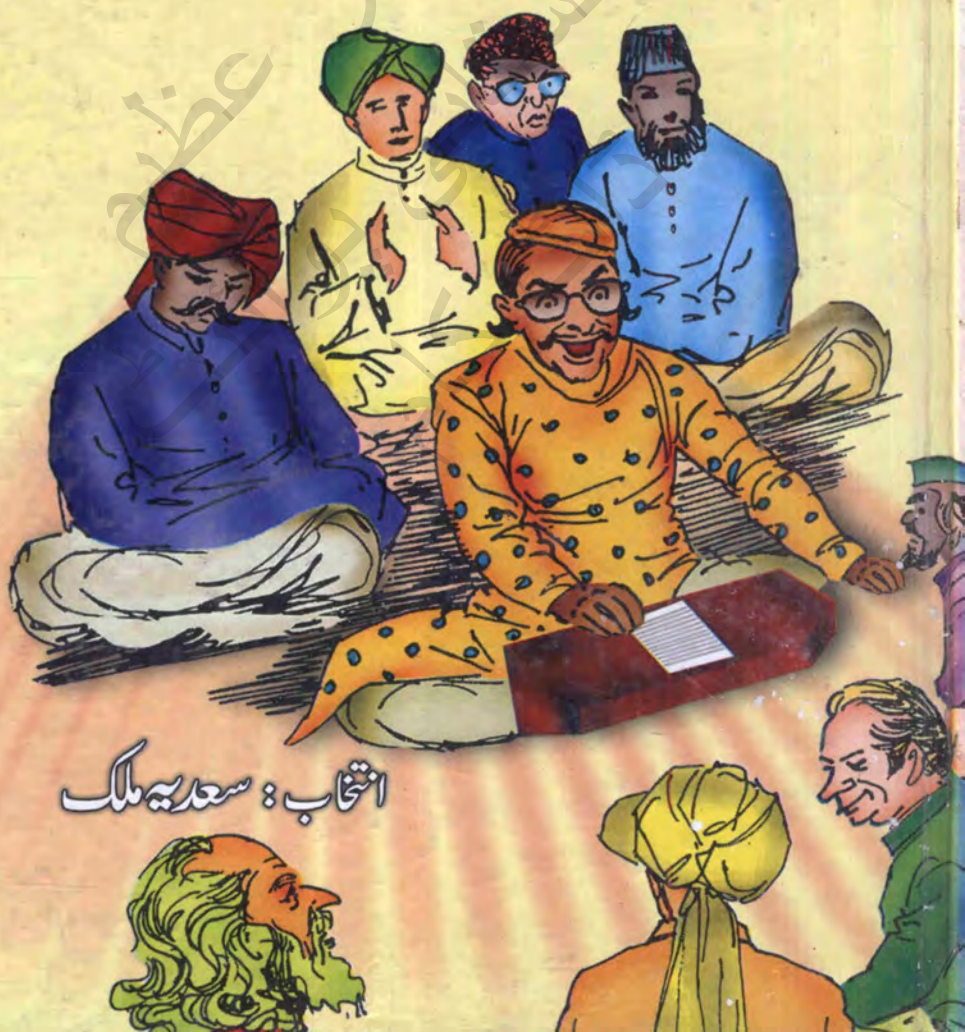
ظرافت خواہ مخواہ فن ہی نہیں ہے اِک سعادت ہے
ہنسا کر غم کسی کے بانٹ لینا بھی عبادت ہے

زعفرانی شاعری



انتخاب : سعدیہ ملک

احوال

قارئین کرام

السلام علیکم

دو جنوری 2004، بروز جمعہ پانچ بجے کی بات ہے کہ میں دفتر میں بیٹھا فکشن میگزین کے اگلے شمارے یعنی فروری کی تیاری میں مصروف عمل تھا کہ اتنے میں سعدیہ ملک نے آفس میں قدم رکھا اور سامنے بیٹھ کر کاغذوں کا ایک پلندا میز پر رکھ دیا اور فرمائش کردی کہ اگر مزاج پر باگراں نہ گزرے تو اس مرتب کنندہ کتاب ''زعفرانی شاعری'' کے لیے چند لائنیں لکھ دیں۔ عین نوازش ہوگی۔

چونکہ میں بہت زیادہ مصروف تھا اور ذہن کچھ زیادہ ہی تھک چکا تھا اور پھر تھکن چہرے سے بھی عیاں تھی۔ لیکن دیرینہ تعلقات اور اپنائیت کی وجہ کر اور پھر اس پر اصرار در اصرار، پھر سونے پر سہاگہ کہ انہوں نے چائے بھی خود ہی منگالی۔ بہرحال چائے پی چکا تو اچانک میرے ذہن میں بات آئی کہ۔

منہ کھائے اور آنکھ شرمائے پھر میں زعفرانی شاعری کا پروف لے کر ورق گردانی کرنے لگا۔ جوں جوں آگے بڑھتا رہا اور اشعاروں پر نظر پڑتی رہی۔ ''زعفرانی شاعری'' نے چند لمحوں میں میرے ذہن کو ہلکا کر دیا اور میں اپنے اندر تروتازگی محسوس کرنے لگا اور ہونٹوں پر مسکراہٹ رقص کرنے لگی۔

جمع تھیں کچھ مرغیاں ایک گھور پر
شہر کی بستی سے تھوڑی دور پر
ان کا کہنا تھا کہ مرغوں سے لڑیں
ان پر اپنی برتری ثابت کریں

آج کل نوجوانوں کو ایسی بیگم چاہیے
عادتیں جیسی بھی ہوں صورت مگر کالی نہ ہو
آج کل کی لڑکیوں کو ایسے شوہر چاہیے
صاحب زر بھی ہوں جو،جن کا کوئی والی نہ ہو

دل کے سب ارمان خدا ہی جانتا ہے
بھائی ہے یا جان، خدا ہی جانتا ہے

قارئین! شاعری سچ بولتی ہے اور انسان کے احساسات کو اجاگر کرتی ہے۔ ہر دور میں شعر و شاعری کا زور رہا ہے ایک شاعری میں وہ بول ہوتے ہیں جو انسان کے غم کی ترجمانی کرتے ہیں اور دوسری شاعری میں ''وہ بول ہوتے ہیں جو کہ انسان کے ذہنی تناؤ، فکر و تردد، سوچ بچار، غم و اندوہ، حالات کی ستم ظریفی ......وقتی ٹینشن اور پریشانی کو ذہن سے نکال کر ذہن کو ہلکا کر دیتے ہیں اور نہ چاہتے ہوئے بھی انسان کو مسکرانے اور ہنسنے کے لیے فرحت بخشتے ہیں۔ ایسی شاعری میں اشعار پڑھ کر یا سن کر انسان اندرونی کرب کے جذبات سے چھٹکارہ پاتا ہے اور اپنے اندر ایک نئی مسرور کن کیفیت کو محسوس کرتا ہے تو خود بخود ہونٹوں پر تازگی آ کر چہرہ مسرور نظر آنے لگتا ہے۔

قارئین! زعفرانی شاعری میں بھی اچھے اور مشہور و معروف شعراء کرام کے ادبی اشعار کو شامل کیا گیا ہے جنہیں پڑھ کر آپ حضرات یقیناً لطف اندوز ہونگے۔ یہ زعفرانی شاعری گھر کے تمام چھوٹے بڑے افراد کے لیے یکساں تفریح طبع کا موقع فراہم کرے گی۔ اردو ادب سے شرافت کے دائرے میں رہتے ہوئے ظرافت کا بے بہا تخیل گھر کے ہر فرد کی پسند۔

قارئین! زعفرانی شاعری کو مرتب کرنے میں سعدیہ ملک کی کوشش کہاں تک بارآور ثابت ہوئی ہے یہ آپ حضرات کی رائے سے ہی ثابت ہوگی۔ بہر حال میری رائے میں یہ کوشش یقیناً اچھی ہے۔

دعا گو

محمد شاہد

سب ایڈیٹر

ماہنامہ فکشن میگزین۔ کراچی

سعدیہ ملک

سعدیہ ملک

فہرست

''خسروی''

مرزا غالبؔ ناظم آباد میں

(۱)

حضرت غالبؔ ملے کل رات، چورنگی کے پاس
سرنگوں، آہستہ رو، فٹ پاتھ پر تنہا اداس
ننگے سر، پیروں میں چپل، تن پہ شلوار و قمیص
چھوڑ آئے تھے کہیں اپنا وہ سلجوقی لباس
بڑھ کے میں نے کی قدم بوسی تو دیکھا چونک کر
ٹک نگہ ڈالی بچشم تر، جھکالی پھر نظر

(2)

میں نے پوچھا، پیرومرشد کس طرف کا قصد ہے؟
ہے کہیں محفل سخن کی، یا جمی ہے بزم مے؟
یا کہیں مجلس بپا ہے ساز اور آواز کی؟
یا کہیں جھگڑا میان کفرودیں کرنا ہے طے؟
بھر کے آنسو آنکھ میں بولے، عزیزم کیا کہوں؟
اب نہ سودائے خرد مجھ کو، نہ کچھ ہوش جنوں

(3)

جانتا ہے تو کہ میں ہی تھی کبھی دانش مآب
میں نے کھولا شعور و فکر کا ہر ایک باب
گتھیاں سلجھائیں میں نے انفس وآفاق کی
ہر سوال دانش بنیش کا تھا میں ہی جواب
اس بڑھاپے میں مگر یہ دن دکھایا ہے مجھے
عشق نے اردو کے دیوانہ بنایا ہے مجھے

(4)

چھوڑ کر دلی کی گلیاں در بدر پھرتی ہو
دیس میں تیرے، سنا میں نے کہیں وہ آچھپی
ڈھونڈتا پھرتا ہوں اس کو کوبہ کو، ہر شہر میں
جلوت وخلوت ہراک دیکھی، نہ اب تک تو ملی
پوچھتا پھرتا ہوں ہر اک سے، پتہ لگتا نہیں
ایک بھی لاکھوں میں اس کا آشنا ملتا نہیں

(5)

جو ملے پوچھے ہے پہلے، نام کیا ہے ارے ترا؟
کہ کہوں ''غالبؔ'' کہے لگتا تو ہے بہروپیا
بھیس ''باؤنس'' کا بھر کر دربدر پھرتا ہے کیوں؟
ٹی وی اسٹیشن اگر ہے دور، بندر روڈ جا
لاکھ کہتا ہوں، کہ سچ مچ کا ہوں غالبؔ، صاحبو
لوگ کہتے ہیں کہ ہوگے، جو غرض ہے وہ کہو

(6)

گر کہوں، ہوتی غرض کیا، بس اک اردو کی کتاب
کوئی بھی تصنیف یا تالیف ادب کی' لاجواب
کہتے ہیں، ارے، ادب کی بات، کیا پاگل ہے تو؟
یہ کراچی ہے، تری دلی نہیں' خانہ خراب
شہر ہے زرخیز، دانش خیز اسے سمجھا ہے تو؟
مدعی علم و فن، اور اس قدر بھولا ہے تو

(7)

کوئی دھندا اور کیا تجھ کو یہاں ملتا نہیں؟
پیٹ بھرتا ہے بھلا اردو ادب سے بھی کہیں؟
اس سے تو بہتر ہے یہ، انگلش کی ردی جمع کر
بھاؤ جس کا دن بدن بڑھتا رہے گا بالیقیں
جمع کرکے چیتھڑے اردو کے کیا مل جائے گا؟
پاس ہو انگلش کا پرزہ بھی تو کچھ بن جائے گا؟

(8)

سوانگ غالبؔ کا نہ بھر، گر "کیٹس" بننا ہے تو بن
اور عزت چاہتا ہے گر تو بن پھر "بائرن"
مشرقیت کا نہ بن مظہر، سمجھ سے کام لے
مغربی ٹھپے سے چلتا ہے یہاں ہر علم و فن
ذکر گو اقدار مشرق کا یہاں فیشن میں ہے
مشرقی ہو فکر بھی لیکن، یہ گھٹیا پن میں ہے

(9)

الغرض باتیں سنیں لوگوں کی وہ، جس جا گیا
روح کانپی، دل کٹا، منہ کو کلیجی آگیا
بار پایا گرچہ ہر سرکار، ہر دربار میں
نام اردو کا مگر جب لے دیا، مارا گیا
کچھ بتا تو ہی مجھے، اس دیس کی کیا ہے زباں؟
ہے اگر آئین میں اردو، تو نافذ ہے کہاں؟

(10)

مجھ کو پنجابی نہ آتی ہے، نہ بلوچی زباں
حال سندھی میں بھی کرسکتا نہیں اپنا بیاں
حرف دل پشت میں بھی کہنا نہیں آتا مجھے
مجھ کو تو آتی ہے بس اردو میں ہی عرضِ فغاں
بات کس کو کس زبان میں، کس طرح سمجھاؤں میں؟
ایک منہ میں اب زبانیں چار کیسے لاؤں میں؟

(11)

دیس میں تیرے گلوگیر اپنی ہی آواز ہے
طائر گفتار کی پر بستہ ہر پرواز ہے
کیسے بولوں اس ہوا سے تو گلا ہی رندھ گیا
طاق آئیں میں سجا اردو کا گرچہ ساز ہے
خوش صدائی میں نہیں اس کی کسی کو گو کلام
اس قدر نازک ہے لیکن چھیڑنا اس کو حرام

(12)

اتنا ہی کہہ پائے تھے مرشد، کہ ہچکی بندھ گئی
زیر لب بولے، افق پر باندھ کر پھر ٹکٹکی
گر کہیں اردو ملے تو پیار کہہ دینا مرا
ہائے، وہ شاد و گدا کی تھی کبھی جولاڈلی
محفل اغیار میں بھی جو رہی مسند نشیں
کوئی جھگی تک بھی اس کی دیس میں تیرے نہیں

(13)

پھوٹ کر رونے لگے پھریوں، کہ مجھ کو ڈر ہوا
پھٹ نہ جائے دل کہیں، ہیں مضمحل ان کے قوی
دفعتہً لیکن بڑھے آگے، خلد میں کھوگئے
دی صدا جانے کہاں سے پھر کہ سن رکھ خسروی
یک زبانی ہو نہ جب تک، خواب طفلاں یکدلی

رشید عبدالسمیع جلیل

☆☆..............☆☆

پنج وقت تصور میں ہے جو حور کہاں ہے
جنت کا ٹریلر ہے یہیں دور کہاں ہے

مرجائیں تو غم خوار منالیں گے ابھی جشن
زندہ ہیں تو یہ فکر کہ تندور کہاں ہے

کمپونڈ کے اطراف ملے شہر کے شاعر
لشکر پہ جو بھاری ہے وہ تیمور کہاں ہے

دیوان کو فٹ پاتھ پہ آجانے دو پہلے
شاعر ہے یہ اچھا، ابھی مشہور کہاں ہے

یہ بزم سخن ہے کوئی شہر خموشاں
فرمائش احباب کا دستور کہاں ہے

پینے کو جلیلؔ اپنے لئے چائے بہت ہے
یہ بھی مرے احباب کو منظور کہاں ہے

مجید لاہوری

مجھ کو داتا دلا

مجھ کو داتا دلا! ہوگا تیرا بھلا! مجھ کو داتا دلا
اے ''پلاٹوں'' کے مالک تیری خیر ہو
اے ''الاٹوں'' کے مالک تیری خیر ہو
کوئی کوٹھی دلا، کوئی بنگلہ دلا
چھاپہ خانہ دلا، کار خانہ دلا
پمپ پٹرول کا یا سینما دلا
بس نہیں کوئی تو بس کا اڈہ دلا

قوم کے نام پر مجھ کو داتا دلا ، ہوگا تیرا بھلا

بام گردوں پہ تیرا ستارہ رہے
زندگی میری کیوں بے سہارا رہے
میرے کشکول میں لیڈری ڈال دے
کر ''ٹکٹ'' مرحمت ''ممبری'' ڈال دے
کوئی ''مل'' یا جننگ فیکٹری ڈال دے
کوئی ہوٹل کوئی کمپنی ڈال دے

قوم کے نام پر مجھ کو داتا دلا، ہوگا تیرا بھلا

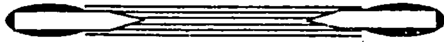
تجھکو شاد اور آباد رکھے خدا
خوب چشمہ ہو جاری تری فیض کا
کوئی پر مٹ ملے، کوئی ٹھیکہ ملے
کوئی ''امپورٹ لائسنس'' اچھا ملے
جاہ کی بھیک، عہدے کا صدقہ ملے
کچھ تو ''مال غنیمت'' میں حصہ ملے

قوم کے نام پر، مجھ کو داتا دلا، ہوگا تیرا بھلا



☆☆..........☆☆

مرغیوں پر بھی میں کر سکتا ہوں اظہار خیال
اور ''ساﺅنڈوں'' پر بھی ہوں محفل میں سر گرم مقال
ہومیو پیتھک ہو یا دندان سازی کا کمال
باغبانی ہوکہ ہو روئی درازی کا کمال
بات پھولوں کی ہو یا قومی ترانے کا بیاں
چاٹ ہو بارہ مسالے کہ ہو اردو زباں
بو علی سینا کی حکمت بات افلاطون کی
''ایگریکلچر'' ہو یا شق ہو کوئی قانون کی
داغ کا دیوان ہو یا ہو وہ ''ایٹم بم'' کا راز
ماہی گیری ہو کہ ربط و ضبط محمود و ایاز
مسئلہ تاریخ کا ہو یا مبحث علم کا
فلسفہ ''گلقند'' کا ہو یا ہو قصہ فلم کا
کشتہ فولاد ہو یا شربت دینار ہو
ہے ضروری سب پر میری رائے کا اظہار ہو
مدعا عنقا ہے اپنے عالم تقریر کا
شوق ہے دل میں مگر قرآن کی تفسیر کا
جتنے بھی شعبے ہیں ان سب پر ہوں چھایا ہوا
ہوں ''منسٹر'' مستند ہے میرا فرمایا ہوا



"کھدا" نے دیا

ہم کو دولت یہ سارا "کھدا" نے دیا
ہم کو "اجت" یہ سارا "کھدا" نے دیا
ہم نے مٹی کو سونا بنا کر دیا
اس میں "کھوب" پیسہ "کھدا" نے دیا
"بلیک" ہم نے کیا تو یہ "موٹر" یہ "مل"
یہ زمین اور "بنگلہ" "کھدا" نے دیا
ہم نے پیسہ لگایا "ڈبل ٹوٹ" میں
دولت اس میں بھی اچھا "کھدا" نے دیا
ہم کو دولت یہ سارا "کھدا" نے دیا
ہم کو "اجت" یہ سارا "کھدا" نے دیا
وہ یہ بولا "صدارت" بڑی "چیج" ہے
اس نے بولا "وجارت" بڑی "چیج" ہے
تم نے بولا "سفارت" بڑی "چیج" ہے
ہم نے بولا "دولت" ہے سب سے بڑی
سب نے بولا کہ "دولت" بڑی "چیج" ہے
ہم کو دولت یہ سارا "کھدا" نے دیا
ہم کو "اجت" یہ سارا "کھدا" نے دیا

مجید لاہوری

مسٹر فراڈ خاں

اے زمیں کی پستیو! تم آسماں کو ووٹ دو
خاک کے ذرو! اٹھو اور کہکشاں کو ووٹ دو
مہرباں کو ووٹ دو، نا مہرباں کو ووٹ دو
مختصر یہ ہے کہ دست زرفشاں کو ووٹ دو
"سیٹھ قارون" کا ہے پورا خاندان امیدوار
"سیٹھ قارون جی" کے پورے خاندان کو ووٹ دو
ووٹ جیسی شے نہیں "کیڑوں مکوڑوں" کے لئے
سب سے جو اونچا ہو بس تم اس نشاں کو ووٹ دو
ووٹ کا حقدار وہ ہے جو غلط وعدے کرے
"فور ٹونٹی" کو مسٹر فراڈ خاں کو ووٹ دو
تین میں سے ایک تو دو ووٹ "کالے چور" کو
خواہ اس کے بعد تم سارے جہاں کو ووٹ دو
آج کل گلیوں میں لونڈے گا رہے ہیں مجید
ڈاں ڈڈاں ڈاں، ڈاں ڈڈاں ڈاں، ڈاں ڈڈاں ڈاں کو ووٹ دو

مجید لاہوری

بیان اسلام کا

ذکر یوں تو ہو رہا ہے صبح و شام اسلام کا
ہم میں کتنے ہیں کہ جو کرتے ہیں کام اسلام کا
جوش میں جو لے رہے ہیں آج کام اسلام کا
کام کردیں گے یہی اک دن تمام اسلام کا
عہدہ و منصب سے منزل دور ہے اسلام کا
کرسیوں سے ہے بہت آگے مقام اسلام کا
چور بازاری سے اک لحظہ جنہیں فرصت نہیں
وہ کریں گے خیر سے قائم نظام اسلام کا
میں یہ کہتا ہوں۔ الٰہی خیر ہو اسلام کی
چشم بد دور آپ جب لیتے ہیں نام اسلام کا
سر زمین پاک میں اسلام اب مظلوم ہے
تھا زمانے بھر پہ کل تک فیض اسلام کا
ہیں نگاہ و دل میں کتنے بتکدے پنہاں مجید
اور کہلاتا ہوں میں پھر بھی غلام اسلام کا

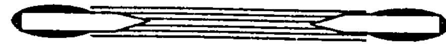
دلاور فگار

ناراض نہ ہونا

استاد جو اب خام ہیں ناراض نہ ہونا
جہل بھی بی کام ہیں ناراض نہ ہونا
عریانی و عیاشی و سرمستی و رندی
کلچر کے نئے نام ہیں ناراض نہ ہونا
موضوع غزل جن کا ہے آرائش گیسو
شاعر ہیں کہ حجام ہیں ناراض نہ ہونا
ذرے کے جو بنتے ہیں غلام اور ہیں وہ لوگ
ہم بندۂ بے دام ہیں ، ناراض نہ ہونا
پستی میں ہیں جو لوگ انہیں اوپر اٹھاؤ
اوپر سے یہ احکام ہیں، ناراض نہ ہونا
اس دور میں معقول کہا جاتا ہے جن کو
سارے ہی غلط کام ہیں، ناراض نہ ہونا
ایسے بھی ہیں کچھ لوگ جو ہیں ملک میں مشہور
اور شہر میں گمنام ہیں، ناراض نہ ہونا

ہڑتال

تین دن ہڑتال سے، سبزی کا وہ فقدان تھا
نام کو سبزی نہ تھی، ہر مارکیٹ ویران تھا
بیٹھے تھے بیکار سبزی منڈی میں سبزی فروش
آسماں سے سبزی لے کر آئے اب کوئی سروش
آلو کہتا تھا کہ یہ ہڑتال سرکاری نہیں
کانے آلو کھائیے، کیا ہے جو ترکاری نہیں
لال پیلا تھا ٹماٹر سبزی کی ہڑتال سے
اور پھر اس کی بھی قیمت دس گنی تھی دال سے
ایک صاحب سبزیاں کھاکر جو اب تک زندہ تھے
اپنی صورت آئنے میں دیکھ کر شرمندہ تھے
ایک کہہ رہے تھے گھر میں پودینہ نہیں
اور بے پودینہ کے جینا کوئی جینا نہیں
کیوں نہ ہوتا ان کے دل پر قحط پودینہ کا داغ
اپنے گھر میں چھوڑ کر آئے تھے پودینے کے باغ
توری، بھنڈی، مولی، گاجر، مرچ، گوبھی اور ساگ
گولی کھاجائے گا اس سبزی کے بدلے، گھر کو بھاگ
دال بھی ہڑتال میں کس طرح سستے دام آئے
جوتیوں میں جو بٹے، کھانے میں وہ کیا کام آئے



ضرورت رشتہ

ایک لڑکا ہے اصیل النسل عالی خاندان
عمر ہے لڑکے کی ففٹی سکسٹی کے درمیان
قبض رہتا ہے نہ اس کو نزلہ کی تحریک ہے
ایک دن ٹی بی ہوئی تھی اب طبیعت ٹھیک ہے
آنکھ اک شمع روشن، دوسری تھوڑی سی گل
مختصر یہ ہے کہ لڑکا ہے بہت ہی بیوٹی فل
پی کے ماء اللحم جب ملتا ہے داڑھی پر خضاب
اس کے چہرے پر نظر آتے ہیں آثار شباب
طالب رشتہ قیود علم سے آزاد ہے
کچھ ادیبوں کی طرح وہ فطرتاً استاد ہے
اس کے ہاتھوں میں کسی بھی ازم کا تیشہ نہیں
اس مسلماں کو کسی فتوے کا اندیشہ نہیں
عالموں کے ساتھ رہ کر وہ بھی جید ہوگیا
پہلے جانے کیا تھا، رفتہ رفتہ سید ہوگیا
بر بنائے مصلحت یا بر بنائی انتقام
آج تک کنوارہ ہے یہ وحدت پرستوں کا امام
اس کے بارے میں یہی کہتی ہے دنیا بالعموم
وہ موحد ہے اور اس کا کیش ہے ترک رسوم

شب کو براتے میں کہتا ہے، مجھے دولہا بناؤ
کوئی بیوہ ہو تو اس کو میری منکوحہ بناؤ
کیا بتاؤں کس قدر دلچسپ باتیں اس کی ہیں
"نینداس کی ہے، دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی ہیں"
شادیوں کی آج چونکہ گرمیٔ بازار ہے
کوئی کنوارا شہر میں بچنا بہت دشوار ہے
سوچتا ہے اب کہ سہرا باندھ لے یہ نونہال
پیر نا بالغ کو اب آیا ہے شادی کا خیال
اس کو لڑکی چاہئے، لڑکی جو آوارہ نہ ہو
درحقیقت چاند ہو، مصنوعی سیارہ نہ ہو
جامعہ کی کوئی بھی ڈگری ہو اس کے ہاتھ میں
کوئی ڈپلومہ نہ لائی ہو سند کے ساتھ میں
زلف پیچاں کی جگہ پٹے نہیں رکھتی ہو وہ
گھر پہ پہرہ کے لئے کتے، نہیں رکھتی ہو وہ
اس کو لڑکی چاہیے جو صورتاً لڑکا نہ ہو
جس کے دل میں شعلۂ مردانگی بھڑکا نہ ہو
شیعہ ہو، سنی ہو، دونوں ہو، غرض اس سے نہیں
"وصل کی بنتی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں"
لڑکی میکے میں قیام مستقل فرمائے گی
سال میں دو چار دن سسرال بھی آجائے گی
لڑکی اپنے ساتھ لائے کم سے کم دو لاکھ کیش

تاکہ لڑکا بعد شادی کرسکے آرام و عیش
مستعد شوہر تو بس لیٹا رہے گا صبح و شام
نان نفقہ کا بھی بیگم خود کریں گی انتظام
کوئی دو شیزہ اگر ہو حامل جملہ صفات
خط میں لکھ بھیجے کہ کس دن اس کے گھر پہنچے برات
بیاہ کی درخواست پر اردو میں لکھئے یہ پتا
عاشق ناشاد، ون بی فیڈرل بی ایریا
کاش بر آئے کسی خاتون کے دل کی مراد
"ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد"

کیسا غنڈہ تھا؟

اس خبر پر تو نہیں مجھ کو تعجب اے فگار
اک اگر حلقۂ بجنور میں پکڑا گیا
ہاں اگر تھوڑی سی حیرت ہے تو صرف اس بات پر
کیسا غنڈہ تھا کہ وہ اس دور میں پکڑا گیا

برخوردار

کھڑے تھے ایک برخوردار کل نزدیک ریلنگ کے
میں سمجھا یہ کوئی سر سید و اقبال ہیں کل کے
کہا میں نے تمہارا نام، بولے سر فراز اختر
کہا کالج میں پڑھتے ہو، تو فرمانے لگے یس سر
کہا میں نے کہ آئندہ بھی پڑھنے کا ارادہ ہے
فرمایا کہ جو کچھ پڑھ لیا وہ بھی زیادہ ہے
نہ میں پیچھے کو ہٹتا ہوں نہ میں آگے کو بڑھتا ہوں
فقط دس سال سے صرف ایک ہی درجہ میں پڑھتا ہوں
مری صورت ہے نورانی، مری فطرت ہے رومانی
میں پروانہ صبیحہ کا ، صبیحہ میری پروانی

رشوت

حاکم رشوت ستاں فکر گرفتاری نہ کر
کر رہائی کی کوئی آسان صورت، چھوٹ جا
میں بتاؤں تجھ کو تدبیر رہائی مجھ سے پوچھ
لے کے رشوت پھنس گیا ہے دے کے رشوت چھوٹ جا

ہکلے کا پیار

ججا جان من تری ذات ہے مما مجھ کو پپا پیار ہے
خخا غیر ہے خخا خود غرض ووا وقت کا ییا یار ہے

ررات بھر ججا جاگنا ووا وڑنا ببھا بھاگنا
ببا بائی گاڈ یہی مری خخا حالت ززازار ہے

ددا دلربا جو توحسیں مما میں بھی کچھ ککا کم نہیں
مما میرا بھی ششا شہر کے ششا شاعروں میں شمار ہے

خخا خرچ کا غغا غم نہیں، پپا پیسہ بھی ککا کم نہیں
میرے پاس بھی ٹٹا ٹی وی ہے ببا بنگلہ ہے ککا کار ہے

ببا بیاہ تجھ سے کروں گا میں تتا تیرے ساتھ مروں گا میں
ککا کینسر ہے مجھے اگر، ددا دق کی تو بھی شکار ہے

مرزا عاصی اختر

☆☆..........................☆☆

پچھلا ادھار درج نہیں ہے کتاب میں
''ہم وہ نہیں کہ اس کو بھی رکھیں حساب میں''

کتنے تھے بے وقوف ہم عہد شباب میں
''ان کی بجائے آپ لکھے خط جواب میں''

دنیا و دین دونوں ہی برباد ہو گئے
بارہ ہیں دینیات میں، تیرہ حساب میں

تازہ بجٹ کے بعد سبھی لوگ کہہ اٹھے
''آرام سے ہے کون جہان خراب میں''

چائے کی بات پوچھی تو انکار کرگیا
انکار کرسکا نہ وہ شربت کے باب میں

عاصی وہ قرض لے کے اچانک مکر گیا
''سارے گلے تمام ہوئے اک جواب میں''

راجہ مہدی علی خان

☆☆..........................☆☆

ممی اس سے نہیں، توبہ! کروں گی خاک قدر اس کی
مجھے لگتا ہے ڈر اس سے بہت لمبی ہے ناک اس کی
ہوئی شادی تو پہلا کام؟ میں ڈائی ورس مانگوں گی
میں اس کی ناک پہ کیا اوور کوٹ ٹانگوں گی
نہیں بابا، نہیں بابا،
یہ اچکن پہنے بیٹھے ہیں غلط بولیں گے انگریزی
ہلاکو جیسی آنکھیں ہیں نگاہیں ان کی چنگیزی
میں کوئی ملک ہوں جو مجھ پر حملہ کرنے آئے ہو
میاں جاؤ، میں اک تلوار ہوں کیوں مرنے آئے ہو
نہیں جچتے، نہیں جچتے،
''وٹامن بی'' کی کچھ اس میں کمی معلوم ہوتی ہے
مرے اللہ نبض اس کی تھمی معلوم ہوتی ہے
میں بیٹ کرتی ہوں امی ہوگا یہ بیمار برسوں سے
بچارا مطمئن ہوگا کم از کم چار نرسوں سے
نہیں امی، نہیں امی،
بہت خط اس نے بھیجے ایک بھی بھیجا نہ لو لیٹر!
میں پچھلے ویک اس سے کرچکی ہوں ڈراپ یہ میٹر
میاں تم مشرقی اور مغربی ہے خاندان اپنا
میں باز آئی محبت سے اٹھا لو پاندان اپنا
نہیں جچتے، نہیں جچتے،

ممی غنڈہ ہے یہ اور نام ہے بی۔ اے شریف اس کا
شراب اور بدمعاشی میں نہیں کوئی حریف اس کا
ادھر یہ ڈال کر ڈورے مجھے اپنا بنالے گا
ہو تم بھی خوبصورت، یہ نظر تم پر بھی ڈالے گا
اری لڑکی۔اری لڑکی،

نگاہیں نیچی نیچی نام ہے ایم۔ اے لطیف اس کا
خدایا توبہ توبہ جسم ہے کتنا نحیف اس کا
مری نظروں کا پہلا تیر بھی یہ سہہ نہیں سکتا
یہ مرجائے گا بے چارہ یہ زندہ رہ نہیں سکتا
چلو آگے، چلو آگے،

یہ ایل ایل بی ہے پر اللہ بچائے ان وکیلوں سے
یہ ہراک بات منوالے گا قانونی دلیلوں سے
مجھے ڈائی ورس یہ بائی فورس دے سکتا ہے حیلوں سے
مرا گھر لوٹ لے گا قرقیوں سے اور اپیلوں سے
نہیں دیکھو، پری پھینکو۔

ممی اب بس کرو بس بس غلط ہیں سب یہ تدبیریں
محبت میں نہ کام آئیں ہیں تصویریں نہ تقریریں
جو سچ پوچھو شراب عشق شپ کرتی رہی ہوں میں
وہی اچھا ہے جس سے کورٹ شپ کرتی رہی ہوں میں
بہت اچھا، بہت اچھا،

راجہ مہدی علی خان

داغ کے تکیوں پر لکھے ہوئے اشعار

کبھی اٹھے، کبھی بیٹھے، کبھی اٹھ اٹھ کے ڈنٹر پیلے
تماشا دید کے قابل تھا تیرے بے قراروں کا

سمجھ کر ذرا سا اشارہ تمہارا
اٹھا لائے تکیہ وہ پیارا تمہارا

بہت وہ خوش تھا میری گلی میں دلوں کے لٹو گھما گھما کر
یہ جی میں آئی کہ اس پہ پھینکو ہزاروں تکیے اٹھا اٹھا کر

اس میں تھی تیری زلف کی خوشبو بسی ہوئی
ہم سونگھتے رہے ترا تکیہ تمام رات

دینے آئی تھی جو تکیے کے غلاف
دل رہا برسوں اسی دھوبن کے پاس

سرہانے بیڑیاں میں رکھ کے سویا
اٹھا اور بیڑیاں پی پی کے رویا

ضیاء الحق قاسمی

☆☆..........☆☆

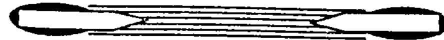
واپڈا والو کچھ تو سوچو، آخر کب تک آنکھ مچولی
کب تک ہم خاموش رہیں گے، آج زباں ہم نے بھی کھولی

بل جو مجھ کو بھیجا تھا تم پورے تین ہزار روپے کا
بھیا! اس پتلی سی گلی میں کیا میں نے کوئی مل ہے کھولی

میرا شکوہ رنگ تو لایا، میری شکایت دھنگ پہ آئی
میرا کنکشن کاٹنے پہنچی واپڈا کی اک پوری ٹولی

مولا سمجھے ان لوگوں سے جو بتی گل کر دیتے ہیں
ہو کر تنگ شریفن آخر، بیچ گلی چلا کر بولی

بلبلوں کی عیاشی چھوڑو، دیئے کرو روشن مٹی کے
ہاتھ کا پنکھا جھلو ضیاء جی، ملت فین کو مارو گولی



☆☆..........☆☆

میری نظروں میں کوئی جچتا نہ تھا
"آپ سے پہلے کوئی اپنا نہ تھا"

چل دیئے مجھ کو تڑپتا چھوڑ کر
آدمی تھا، میں کوئی مرغا نہ تھا

کیوں مری سسرال پیچھے پڑ گئی
وہ تو خود بھاگی تھی، یہ اغوا نہ تھا

کھوٹے سکوں کی یہاں پر مانگ تھی
اور مرا سکہ کوئی کھوٹا نہ تھا

مجھ کو ہر چہرہ نظر آیا ڈبل
باوجود اس کے کہ میں بھینگا نہ تھا

ہر کوئی ننگا تھا اس حمام میں
میں کوئی تنہا یہاں ننگا نہ تھا

سر منڈاتے ہی پڑے اولے ضیاء
اور کوئی اخروٹ سے چھوٹا نہ تھا

☆☆..........☆☆

''بڑی دیر کی مہرباں آتے آتے''
سواری نہیں تھی تو ہم کو بلاتے

اگر آ پہنچے یہاں وقت پر تم
دل اپنا تمہیں بھون کر ہم کھلاتے

انہیں جب بلایا تو انکار آیا
وہ ہم کو بلاتے تو ہم بھی نہ جاتے

اگر ہم بھی چالاک ہوتے تو لوگو!
نہ اس طرح وہ ہم کو الو بناتے

جو معلوم ہوگا کہ ناکام ہوں گے
محبت کے چکر میں کیوں سر کھپاتے

اگر میں تمہاری محبت میں مرتا
تو تم بھی مگر مچھ کے آنسو بہاتے

بھلا اور کیا کرتے ہم بن کے قاضی
رقیبوں وقیبوں کے کوڑے لگاتے

کوئی تیل ہوتا مؤثر تو ہم بھی
چمکتی ہوئی ٹانٹ پر بال اگاتے

نہ ہوتے جو محبوب کے ہاتھ پیلے
ضیاء پھر ہتھیلی پہ سرسوں جماتے

قطعہ

فیض احمد فیض سے فرمائشیں ہونے لگیں
وہ سناتے جارہے تھے شعر کیا کیا بے بدل
اب سامع نے کہا میری بھی فرمائش ہے ایک
اب سنائیں آپ وہ مہدی حسن والی غزل

☆☆..........................☆☆

اس کو شکوہ ہے مرا یار طرح دار نہیں
میں وفادار نہیں تو بھی تو دلدار نہیں

ہر ڈیزائن کے مرے گھر میں ہیں لڑکا لڑکی
دو ہیں سائز میں بڑے سات ہیں ان سے چھوٹی

سانچہ ہر سال کا موجود ہے دیکھو تو سہی
دائی کہتی ہے کہ ہے پاؤں ابھی بھی بھاری

ہم تو اب اس کے عنایات سے مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

تولہ بھر اس میں جوانی کے اب آثار نہیں
اجڑی جھگی میں کوئی رہنے کو تیار نہیں

شوق ایسا کہ کلب جانے سے انکار نہیں
پہنے جمپر ہے مگر ٹانگوں میں شلوار نہیں

ایسے فیشن کا خداوند کباڑا کر دے
یا زمانے کو بلا دوں اسے اندھا کر دے

☆☆..........................☆☆

لکھا تھا مرے بھاگ میں یہ شخص نگوڑا
جس نے کہ عرق میری جوانی کا نچوڑا

مجھ سے تو یہ ہر روز ہی کرتا ہے لڑائی
مارے کبھی چانٹے تو کبھی ہاتھ مروڑا

میرے لئے ناکارہ ہے ناکارہ رہے گا
دفتر سے بھی بھاگ آتا ہے اکثر یہ بھگوڑا

اس شخص کے برتاؤ سے میں جاگ اٹھی ہوں
اس نے مری سوئی ہوئی غیرت کو جھنجھوڑا

اب سوچ لیا میں نے کہ شمشیر زباں سے
میں کاٹ کے رکھ دوں گی یہ ناسور یہ پھوڑا

بس میرے حوالے ہی سے پہچان ہے اس کی
ہو جائے گا گمنام جو میں نے اسے چھوڑا

میکے میں تو رہتی تھی سدا میں خوش و خرم
اک پھول تھی میں اس نے مجھے شاخ سے توڑا

کیوں مجھ کو بیاہا مرے ماں باپ نے اس سے
رشتہ میرا کیوں ایسے چڑ خند سے جوڑا

شاعر ہے ضیاء تو! ذرا اس کی بھی خبر لے
ایسوں کے لئے تیرا ہراک شعر ہے کوڑا



قطعہ

آپ کا نام تو ہے کلیم بیوی کا نام ہے نسیم
بیٹی کا نام پیار میں باد نسیم رکھ دیا
بیٹے کا نام رکھتے وقت کچھ بھی نہ سوچا آپ نے
جلدی میں اس کا نام کیوں ضرب کلیم رکھ دیا



☆☆..........☆☆

رو رو کے ہوئے جاتے ہو کیوں مثل سنگھاڑا
ہنستے رہو اے دوست! کہ ہو غم کا کباڑا

ہم دونوں میں ہوتا ہے یوں ہی کمپرو مائز
میں نے اسے چھیڑا تو مجھے اس نے لتاڑا

جب بھی مرے چہرے پہ جمی گرد حوادث
بیگم ہمیشہ اسے جھاڑو ہی سے جھاڑا

شہ زور علی خان کی کس سے ہوئی شادی
شہ روز علی خان کو یہ کس نے پچھاڑا

گھوڑے پہ چڑھا بیٹھا ہے گلپوش ہونق
اردو میں یہ دولہا ہے تو پنجابی میں لاڑا

ہر روز میاں بیوی جہاں کرتے ہوں اودھم
اس گھر کے لئے نام مناسب ہے اکھاڑا

اسکول کے ماحول میں برقع تھا سلامت
کالج کی مگر تیز ہوا نے اسے پھاڑا

ہر حال میں جسموں کی نمائش ہے ضروری
موسم کا کوئی نہیں گرمی ہو کہ جاڑا

اب اپنی بلندی پہ ہے تعلیم کا معیار
بچوں کو سکھاتے نہیں ہم لوگ پہاڑا

جس نے قلم ایجاد کیا، شکریہ اس کا
پڑتا ہے اب آسانی سے شلوار میں ناڑا

اس نے ہی مرے سر پہ جمادی ہیں تڑاتڑ
شوخی سے جہاں میں نے کسی شوخ کو تاڑا

دیسی پہ بدیسی کا لڑاتے ہیں جو ٹھپا
ہے شہر میں اک ایسے بھی فنکاروں کا باڑا

میں نے تو سیاست کو ضیاء کھیل نہ سمجھا
کیوں لوگ سمجھتے ہیں مجھے پیر پگاڑا

☆☆..............☆☆

گول کدو جو ترے سر کا حوالہ ہوتا
میرے پیارے! تو زمانے سے نرالا ہوتا

مجھ کو ابا سے وراثت میں جو ملتی دولت
سونے چاندی کا مرے منہ میں نوالا ہوتا

میری زوجہ بھی مرے ناز اٹھاتی ہر دم
کاش ابا نے مجھے ناز سے پالا ہوتا

میں سلیکشن کے ادارے کا جو ہوتا افسر
منتخب پھر تو یقیناً مرا سالا ہوتا

لال نوٹوں سے اگر مجھ کو محبت ہوتی
"توبڑا" میرا بھی مثل گل لالہ ہوتا

گرم کی ہوتی اگر بابو کی مٹھی میں نے
سرد مہری سے مجھے اس نے نہ ٹالا ہوتا

فون والوں کو جو ہر ماہ کھلاتے لڈو
آلۂ کار ہمارا ہی یہ آلہ ہوتا

شعر پڑھتا ہوں ترنم سے مگر ہوں شاعر
ہوتا قوال تو کاندھوں پہ دوشالہ ہوتا

میں ظرافت میں شرافت کا ہوں پابند ضیاء
ورنہ مقبول زمانہ یہ رسالہ ہوتا!

قطعہ

جوانی میں پذیرائی کہاں ہوتی ہے شاعر کی
ہم ایسا لفظ کیوں لکھیں کہ جس میں صرف رولا ہو
سمندر پار ہوتا ہے یہاں جو ہو نہیں سکتا
مناتے ہیں ان ہی کا جشن جن کا عرس ہوتا ہو

ساقی فاروقی

ہجو مہمانانِ عزیز

یہ حال ہے احباب سے دالان بھرے ہیں
اب گھر میں بھلا خاک ہے مہمان بھرے ہیں
وہ جن سے کراچی میں ملاقات نہیں تھی
وہ ملنے چلے آئے ہیں اور آن بھرے ہیں
ہے "جیم" کی غیبت تو "فے" کی شکایت
ہر بات پہ یاروں نے مرے کان بھرے ہیں
اسکاچ پلاؤ تو حلال ان کو کھلاؤ،
بیوی نے سموسوں میں مسلمان بھرے ہیں
شاید کہ دوبارہ انہیں واپس نہیں جانا
اس طرح سے بٹوؤں میں "لگے پان" بھرے ہیں
پائپ کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوں اگر میں
تو کہتے ہیں اس چیز میں سرطان بھرے ہیں
اور پان کی جو پیک ہے، گملے میں اگی ہے
سگریٹ کے ٹکڑوں سے نمک دان بھرے ہیں
فقرے مرے بالوں کی سفیدی پہ کسیں گے
جیسے ان ہی سالوں سے پرستان بھرے ہیں
وہ دل جو انہیں دیکھ کے مسرور ہوا تھا
اس دل میں صنم اور ہی ارمان بھرے ہیں

منظر علی منظر

قومی لباس

عبا میں ہے بدن لپٹا، عمامہ زیب سران کے
یہی سج دھج تو ہے ان کی، دلاتی ہے جو ندرانہ

وہی اچکن کہ تھی میراث ان کی اک زمانہ سے
اسے مسٹر نے کیوں پہنا، بہت برہم ہیں مولانا

جو ہوتا سر پہ اپنے گنج پگڑی بھی پہن لیتا
مجھے منظور تھا احباب کہتے مجھ کو دیوانہ

سنا ہے بنت حوا کے لئے چادر بھی آئے گی
کہ نا محرم نہ کوئی دیکھ لے زلفوں کا لہرانا

نئی اچکن کا آرڈر جا کے میں دے آتا درزی کو
دلا دیتا اگر کوئی مجھے سوٹوں کا ہرجانہ

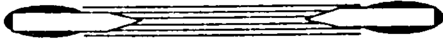
ہماری صاحبی قائم تھی انڈے کے وسیلے سے
بہت مہنگی مگر ہے آپ کی تہذیب مولانا

مجھے گردن سے گھٹنوں تک مسلماں کر دیا تو نے
میرے سر کی خبر بھی لے بسا ہے جس میں میخانہ

چلو اب سوٹ کے بدلے بدن پر آ گئی اچکن
مگر ڈر ہے کہ اب مسجد پڑے گا روز و شب جانا

جھکالی ہے نظر اس نے سمجھ کر مولوی مجھ کو
اکارت ہی گئے یارو مرے انداز رندانہ

تو اپنی ذات میں تبدیلیاں کر لے تو ہم جانیں
تری پوشاک گرچہ ہو گئی منظر شریفانہ



سید محمد جعفری

طرز نو کی شاعری

تو سن طبع رسا کے پاؤں میں کچھ لنگ ہے
لیکن اس صورت میں چپ رہنا بھی وجہ ننگ ہے
شعر کا سامان ہے کمیاب دور جنگ ہے
شاعری بھی فرض ہے اور قافیہ بھی تنگ ہے
قافیے اور وزن کی بندش سے ہوکر تلخ کام
اے سمند طبع تجھ کو کررہا ہوں بے لگام
نثر نظم آلود ہے یہ طرز نو کی شاعری
ماش کی کھچڑی ہے جو پوری طرح پکی نہ ہو
یا وہ حاجی ہے کراچی تک جو جا کر لوٹ آئے
غالباً آدھا ہے تیتر اور آدھا ہے بٹیر
کردیا صیاد نے پر قینچ اڑسکتا نہیں
میں ان ہی شعروں سے پیدا کررہا ہوں انقلاب
حافظ و خیام سے کہہ دو کہ محشر برپا ہوگیا
تندیٔ صہبا سے چکنا چور ساغر ہوگیا

شاعری کی فکر ہے سرکس کی بیلی ڈانسر
توڑ کر بندش کو تقریباً برہنہ ہو گئی
خرمن شعر و ادب پر بجلیاں گرنے لگیں
"آگ اس گھر کو لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا"
اس کو کہتے ہیں کہ یہ ہے بلینک ورس
"ورس" ہوجاتا ہے جب بھی ذہن ہوبالکل بلینک
طرزنو کی شاعری بھی صور اسرافیل ہے
شاعری ہابیل ہے اور طرز نو قابیل ہے
اس کے اندر زندگی کی قدر کرتے ہو تلاش
اور لئے پھرتا ہے بھائی دوسرے بھائی کی تلاش
طرز نو کی شاعری ہو جائے جب بے حد بلیغ
لوگ کہتے ہیں کہ پیدا ہوگیا ادب لطیف
طرز نو کی شاعری کے دیکھئے موضوع بھی
"حریت"، "نسوانیت"، "احساس"، "مفلس کا شباب"
"چاندنی راتیں" "پپہیا"، "توکہاں" "سرمایہ دار"
"بورژواقدریں" "مہاجن" "زندگی کے موڑ پر"
"مورچہ مخمل میں دیکھا آدمی بادام میں"
"ٹوٹی دریا کی کلائی زلف الجھی بام میں"
طرز نو کی شاعری میں مدوجزر بحر شعر
اف غضب
ایک مصرعہ فیل بے زنجیر کی زندہ مثال
دوسرا اشتر کی دم

دریا میں شیر خاک اڑاتا تھا ناؤ پر
بسمل دوزانو بیٹھا تھا پشت پلاؤ پر

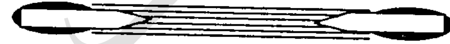
نظم لوٹ آئی ہے پھر اپنی پرانی بحر میں
ہے عجب تاثیر پنہاں طرز نوکے سحر میں

طرز نوکی شاعری کی کوئی کل سیدھی نہیں
شہر بھر میں اونٹ بے چارہ عبث بدنام ہے

طرز نوکی شاعری کو اونٹ سے دے کر مثال
چاہتا ہوں اونٹ سے جاکر معافی مانگ لوں

ہاتھ لیکن اس کی گردن تک پہنچ سکتے نہیں
گرچہ بے چارہ ہے لیکن ہے بڑا گردن دراز

آہ اونٹ!



کھڑا ڈنر

کھڑا ڈنر ہے غریب الدیار کھاتے ہیں
بنے ہوئے شتر بے مہار کھاتے ہیں
اور اپنی میز پر ہوکر سوار کھاتے ہیں
کچھ ایسی شان سے جیسے ادھار کھاتے ہیں

شکم غریب کی یوں فرسٹ ایڈ ہوتی ہے
ڈنر کے سائے میں فوجی پریڈ ہوتی ہے

کھڑے ہیں میز کنارے جو ایک پیٹ لئے
انہی نے کوفتے اپنے لئے لپیٹ لئے
ادھر ادھر کے جو کھانے تھے سب سمیٹ لئے
کھڑا تھا پیچھے سو میں رہ گیا پلیٹ لئے

یہ میز ہوگئی خالی اب اور کیا ہوگا
پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہوگا

تھی ایک مرغ کی ٹانگ اور رقیب لے بھاگا
مرانصیب بھی جاگا پر دیر میں جاگا
کباب اٹھایا تو اس میں لپٹ گیا دھاگا
ڈنر یہ کیا کہ نہ پیچھا ہے جس کا نہ آگا

یہ کیا خبر تھی میں آیا تھا جب ڈنر کھانے
حقیقتوں کو سنبھالے ہوئے ہیں افسانے

ابلیس کی فریاد

اللہ سے کی رو کے یہ ابلیس نے فریاد
اس وقت جو موجود ہے آدم کی کچھ اولاد
اس کو تو وہ گر یاد ہیں مجھ کو بھی نہیں یاد
استاد ملائک تھا یہ میرا بھی ہے استاد
ابلیس کا ہر کام تو انسان نے سنبھالا
میرے لئے کیا حکم ہے اللہ تعالیٰ؟

میں نے کبھی اپنوں پہ نہیں کھینچی ہے شمشیر
جو تو نے کہا اس کی بھی کرتا نہیں تعبیر

خونریزی پہ میں امن کو کرتا نہیں تعبیر
میں متحد اقوام میں کرتا نہیں تقریر

انساں ہی خونریزی کا دنیا میں ہے حامی
کہتے تھے ملک تو نے مگر ایک نہ مانی

ملک کے اندر جو اخباروں کے ہیں نامہ نگار
جن کو باعزت نہیں ملتا ہے کوئی روزگار
چائے کی دعوت پہ گھر بلوا کے ان کو بار بار
ان سے کہتا ہوں کے لکھو کچھ نہ کچھ ہم پر بھی یار
وہ یہ لکھ دیتے ہیں اکثر اچھی باتیں اس کی ہیں
''نینداس کی ہے، دماغ اس کا ہے، راتیں اس کی ہیں،،

ہکلی غزل

رر ریڈیو سے ج جنگ خ خبر س سن کے مگن نہ ہو
ص صفیر طائر خوشنوان نفیر زاغ زغن نہ ہو
م م مجھ میں اور ت ت تجھ میں جو رر ربط اور ض ض ضبط تھا
ب ب بلبل اور گ گ گل میں بھی م میانہ چمن نہ ہو
ج ج جعفری غ غریب ہے ت ت تمغہ اس کو نہ دیجئے
ق ق قدر اس کی جو بڑھ گئی د د دوسروں کو جلن نہ ہو

وزیر کا خواب

میں نے اک دن خواب میں دیکھا کہ اک مجھ سا فقیر
گردش پیمانہ امروز و فردا کا اسیر
گرچہ بالکل بے گنہ تھا ہوگیا لیکن وزیر
یعنی اک جھونکا جو آیا بجھ گئی شمع وزیر
مفت میں کوٹھی ملی، موٹر ملی، پی اے ملا
جب گیا پک نک پہ باہر ٹور کا ٹی اے ملا

اب یہ حالت ہے غذا اچھی ہے کپڑے بھی نفیس
اور انگریزی زباں بھی بول لیتا ہوں سلیس
مجھ سے ملنے کے لئے آتے ہیں ملکوں کے رئیس
رات دن لیکن نظر میں مجھ کو رکھتی ہے پولیس
سب مجھے پہچانتے ہیں کس قدر پانی میں ہوں
ہوں نگہباں قوم کا اور خود نگہبانی میں ہوں

☆☆..........☆☆

حقیقتوں کا نہ کہنا زمانہ سازی ہے
یہ شخص دیکھنے میں جو بڑا نمازی ہے
یہی اڑائے گا مرغی جو موٹی تازی ہے
ڈنر یہ کیا ہے یہ گھڑ دوڑ کی سی بازی ہے

لگائی بھوک میں مہمیز جس نے یار ہوا
نہیں تو میری طرح سے ڈنر میں خوار ہوا
وہ ایک میز خواتین گرد صف آرا
لبوں سے ان کے رواں گفتگو کا فوارہ
میں ایک گوشے میں سہما کھڑا ہوں بیچارہ
کہ یہ ہٹیں تو اٹھاؤں میں نان کا پارہ
اسیر حلقہ خوباں جو مرغ و ماہی ہیں
تو ہم شہید ستم ہائے کم نگاہی ہیں

☆☆..........☆☆

اسلام کی بھی میں تو تجارت نہیں کرتا
دنیا کے لئے دین کو غارت نہیں کرتا
اغراض پہ تعمیر عمارت نہیں کرتا
جلسے ہوں سیاسی تو صدارت نہیں کرتا
کافر ہوں مگر فرقہ پرستی نہیں کرتا
میں نسل پہ قائم کوئی بستی نہیں کرتا

کلرک

خالق نے جب ازل میں بنایا کلرک کو
لوح و قلم کا جلوہ دکھایا کلرک کو
کرسی پہ پھر اٹھایا بٹھایا کلرک کو
افسر کے ساتھ پن سے لگایا کلرک کو
مٹی گدھے کی ڈال کر اس کی سرشت میں
داخل مشقتوں کو کیا سر نوشت میں

ہوٹنگ

اگرچہ اکثر شعراء ہوتے ہیں یا ہم بھائی
لیکن آپس کی رفاقت نے یہ آفت ڈھائی
مقطع پڑھ دیجئے اک سمت سے آواز آئی
اگرچہ مطلع سے ابھی جاری تھی ہاتھا پائی
مائیک کے سامنے شاعر جو بپا ہوتا ہے
بیٹھنے کو اسے کہیے تو خفا ہوتا ہے

پٹرول راشننگ

جو مارے پھرتے تھے با حالت تباہ
کاروں کے ڈر سے لیتے تھے فٹ پاتھ پر پناہ
اب سینہ تانے پھرتے ہیں وہ درمیان راہ
پیدل یہ چاہتے ہیں کہ بن جائیں بادشاہ
شاطر سڑک کے مالک و مختار ہو گئے
ہم کار کے نہ ہونے سے بے کار ہو گئے

سید ضمیر جعفری

شہر کا سب سے بڑا بازار

مست خان مستی کا ہرجنجال پھیلائے ہوئے
مست خان مستی میں سر کے بال پھیلائے ہوئے
عورتیں آنکھوں میں "نینی تال" پھیلائے ہوئے
مرد، ہونٹوں پر زبان حال پھیلائے ہوئے
ہاتھ میں گوبھی، بغل میں طفل، دل میں پیار ہے
یہ ہمارے شہر کا سب سے بڑا بازار ہے

رس ملائی میں ملائی جا رہی ہیں مکھیاں
تھال میں ربڑی کے خود "ربڑا" رہی ہیں مکھیاں
میرا راشن مجھ سے پہلے کھا رہی ہیں مکھیاں
بوتلوں میں "غسلِ صحت" پا رہی ہیں مکھیاں
شربت دینار کیا ہے شربت "مکھیاز" ہے
یہ ہمارے شہر کا سب سے بڑا بازار ہے

صاحب اولاد سڑکیں

زمیں پر آدمی کی اوّلیں ایجاد یہ سڑکیں
پرانے وقت کے بغداد کی اولاد یہ سڑکیں
مرّمت کی حدوں سے زائد المیعاد یہ سڑکیں
ہمارے شہر کی مادر پدر آزاد یہ سڑکیں
بظاہر صید لیکن اصل میں صیاد یہ سڑکیں

دکانوں سے کھسک کر آگئے بازار سڑکوں پر
کھڑے ہیں مدتوں کے "پالتو انبار" سڑکوں پر
کبڈی کھیلتے ہیں ارشد و ابرار سڑکوں پر
میاں رمضان گھر میں، ان کے برخوردار سڑکوں پر
سوارو! دیکھنا ہیں صاحب اولاد یہ سڑکیں

ایک مشترکہ محبوبہ کا نوحہ

کالج کے دنوں کی بات ہے
خوش راتوں کی بارات ہے یہ
ڈیوڈ، ٹرنر، میجر تھامس
یعنی ہم دونوں ہم جھولی

(آوارہ گردوں کی ٹولی)

ایک "ہم جھولن" پر مرتے تھے
جو وہ چاہے، وہ کرتے تھے
"مس مری" پر ہم مرتے تھے
کالج کی راجکماری تھی
پازیبوں کی "جھنکارن" وہ
اور "لونگوں" کی "لشکاری" تھی
بولے تو گھونگھرو بجتے تھے
گاتی، تو سر درباری تھی
وہ "چانسلروں" کو ٹھکرائے
ناری تھی مگر "نرناری" تھی
سر مست مدھر انگڑائی میں

نگلوں کی ''ڈارا ڈاری'' تھی
خوابوں کی روشن دیوالی
رنگوں کی کیسر کیاری تھی
ہو پاس بھی تو محسوس نہ ہو
وہ آدھی تھی یا ساری تھی
تن مغرب کا چھب مشرق کی
خود ہلکی ...... چادر بھاری تھی۔
ترشے گیسو کے رواج میں بھی
زلف اس کی ''مالا یاری'' تھی
''کن مندری'' کا خم ''ترکن'' تھا
قدو قامت میں قندھاری تھی
ہالینڈ کے تازہ مکھن میں
پھل گوبھی کی ترکاری تھی
اس روپ سروپ کی کیا باتاں
من مرلی تھی چن تاری تھی۔
پریوں کے راج سنگھاسن پر
اک لیڈی ہفت ہزاری تھی
پوتی ایک ڈیوک کھلنڈرے کی
روزانہ اسپ سواری تھی
تن نازک پنکھ چنبیلی کا

گل رنگت سدا بہاری تھی
وہ سنگین بھی، نرم ملائی تھی
شمشیر زباں دو دھاری تھی
تھے رفتار میں وہ سیماب صفت
اک ''جرمن میڈ'' کراری تھی۔
اطوار ...... فرانس کا چھل باول
گفتار میں پھول کٹاری تھی
طبعاً تھی کوچہ گرد، مگر
نسلاً وہ ''نابازاری'' تھی
گردن تک کچھ کچھ یونانی،
نیچے سے جرمن ساری تھی۔
آکاش کی اک ''پرلوک پری''
دھرتی پر آن پدھاری تھی
تعلیم میں بھی اپنی طرح
سادہ، شفاف، کنواری تھی
اس ساری ''یونیورسٹی'' میں
اک یہی کلاس کراری تھی
ڈیڈی، ڈاڈا گندم گوں
''ممی نانی'' نسواری تھی
لچکی ہوئی ''گندل'' سرسوں کی

اور سرسوں بھی ''پوٹھواری'' تھی
منظور نظر ہم دو ہی تھے
گو سب لڑکوں کو پیاری تھی۔
کچھ تھا مسؔ پر مرغوب نظر
کچھ ٹرؔنر کی دلداری تھی
سا ہم دونوں مست ملنگوں سے
بس آدھی آدھی یاری تھی
تھی منصف مہر و محبت میں
دل پرسی باری باری تھی
جس مرسیؔ پر ہم مرتے تھے
وہ مرگئی بھری جوانی میں
اک روز اچانک ڈوب گئی
جہلم دریا کے پانی میں
اب غم میں آہیں بھرتے ہیں
مرسیؔ کا ماتم کرتے ہیں
عمر اس کی سنگت میں جیسے
تھی برسات کی رات گزاری تھی
اس پتھر دن میں لگتا ہے
تھی وہ ریشم رات ادھاری تھی۔

عورتوں کی اسمبلی

''سیپچوں'' میں گوٹے کناری کی باتیں
بہو کی کفایت شعاری کی باتیں
پڑوسن کی پرہیزگاری کی باتیں
غرض ہر بیاہی، کنواری کی باتیں
شہادت کی انگشت اقبال پر ہے
کبھی ناک پر ہے، کبھی گال پر ہے

بہ انداز غیض و غضب بولتی ہیں
بہ آواز شور وشغب بولتی ہیں
نہیں بولتی ہیں تو کب بولتی ہیں؟
یہ جب بولتی ہیں تو سب بولتی ہیں
معاً اپنے خوابوں میں گم ہو گئی ہیں
ابھی جاگتی تھیں ابھی سو گئی ہیں

بس کا سفر

"ڈریور" اگر سیخ پا ہو گیا ہے
بھری گود لے کر ہوا ہو گیا ہے
سفینہ سپرد خدا ہو گیا ہے
ہر اک شخص محو دعا ہو گیا ہے
"ٹھک چال بس" میں سفر ہو رہا ہے

روزے سے ہوں......

مجھ سے مت کر یار کچھ گفتار، میں روزے سے ہوں
ہو نہ جائے تجھ سے بھی تکرار، میں روزے سے ہوں
ہر کسی سے کرب کا اظہار، میں روزے سے ہوں
دو کسی اخبار کو یہ تار، میں روزے سے ہوں
میرا روزہ اک بڑا احسان ہے لوگوں کے سر
مجھ کو ڈالو موتیے کا ہار، میں روزے سے ہوں

☆☆..........................☆☆

نشانہ تاک کر، کس کر کمر، مارا تو کیا مارا
بڑی مشکل سے اک چوہا اگر مارا تو کیا مارا
غلط فہمی سے جنگل میں گدھے پر داغ دی گولی

سمجھ کر شیر یارو ہم نے خر مارا تو کیا مارا
کچل ڈالا بڑی ہمت سے مردہ سانپ کو ہم نے
اندھیرے میں یہ لیکن جانور مارا تو کیا مارا
حقیقت میں تو یارو ایک بھی مچھر نہیں مارا
مگرمچھ تو نے سپنے میں مگر مارا۔ تو کیا مارا
میاں، زخمی کبوتر سا مرا دل پھڑ پھڑا اٹھا
جو کس کر یار نے تیر نظر مارا تو کیا مارا
بڑی مشکل سے لیکن توڑ ڈالا تیرا دروازہ
ترے در پر جو میں نے اپنا سر مارا تو کیا مارا
کیا شیطان مارا شاعری کی چوٹ پر شانہ
جو میں نے شعر اس پر پھونک کر مارا تو کیا مارا

اقبال شانہ

اگر معشوق اپنا بے وفا ہو گا تو کیا ہو گا؟
کوئی اس کا بھی "ہیرو" دوسرا ہو گا تو کیا ہو گا؟
اگر ای میل کی اس تیز رفتاری کے عالم میں
کبوتر چونچ میں خط لارہا ہو گا تو کیا ہو گا؟
ذرا آگے نکل کر دیکھ میزائل کے ہنگامے
پرانی توپ کے پیچھے کھڑا ہو گا تو کیا ہو گا؟
یہ مانا بند ہم پر ہوگئے ہیں سارے دروازے

کوئی کھڑکی سے لیکن جھانکتا ہو گا تو کیا ہو گا؟
میں آجاؤں گا ہمت باندھ کر گھر تک ترے جاناں
گلی میں تیری کتا بھونکتا ہو گا تو کیا ہو گا؟
ہم اب تو سوچنے پر ہو گئے مجبور ہیں یارو
اگر لیڈر ہمارا باوفا ہو گا تو کیا ہو گا؟
بھلا چالاکیاں کب تک چلیں گی آپ کی شآنہ
فرشتہ موت کا سر پر کھڑا ہو گا تو کیا ہو گا؟

☆☆..........☆☆

روز ماتم جشن منانا ٹھیک نہیں
شادی کے دن ''بینڈ'' بجانا ٹھیک نہیں
لوگ بڑی دلچسپ ڈکاریں لیتے ہیں
یارو اتنا زیادہ کھانا ٹھیک نہیں
بس کی طرح لیٹ ہمیشہ آتی ہو
جان جاناں دیر سے آنا ٹھیک نہیں
ایسا نہ ہو شعر حلق میں پھنس جائے
ٹائی لگا کر شعر سنانا ٹھیک نہیں
یار پہلوانوں کی گلی میں رہتا ہے
یار کے گھر پہ آنا جانا ٹھیک نہیں
میں اپنے سائے سے ڈرتا ہوں بیگم
خوفزدہ انساں کو ڈرانا ٹھیک نہیں

کیسے پہچانوں میں تجھ کو جان جاں
اتنا میک اپ تھوپ کے آنا ٹھیک نہیں
جاؤ کوئی اچھی ڈش کھاؤ یارو
چھٹی کے دن بھیجا کھانا ٹھیک نہیں
شآنہ محبوبہ کو شعر سناتے ہیں
بھینس کے آگے بین بجانا ٹھیک نہیں

☆☆..........☆☆

چچا غالب سے گر رشتہ تراطے ہوگیا ہوتا
چاچی ''غالیا'' ہوتی، بھتیجا میں ترا ہوتا
میں اردو شاعری کرتا تیری فرصت میں جان جاں
خدا کے فضل سے پائے کا شاعر بن گیا ہوتا
یہ اچھا ہے کہ اک وزن سے اپنی آشنائی ہے
وگرنہ قیس کی طرح، مرا دامن پھٹا ہوتا
کسی بھی ''جولیٹ'' نے ''لفٹ'' نہ دی راہ الفت میں
وگرنہ آج ''مسٹر رومیو'' میں بن گیا ہوتا
خدا نا خواستہ شادی ہماری گر نہیں ہوتی
تو بیگم اپنے چھوٹے چھوٹے ان بچوں کا کیا ہوتا؟
اگر سنجیدگی سے شاعری کرتا میاں شآنہ
زمانہ آج تیری شاعری پر ہنس رہا ہوتا

نسیم سحر

تم نہ تھیں اتنی جنگجو جاناں
کس نے بدلی تمہاری خو جاناں
مجھ پہ پھینکا جو تو نے "شو" جاناں
ہوگیا میں بھی سرخرو جاناں
بیٹھ بیکاریوں نہ تو جاناں
شرٹ کردے مری رفو جاناں
پی رہا ہے رقیب تو جگ میں
میری جانب بھی اک سبو جاناں
جس کو سوکن سمجھ رہی تھی تو
دیکھ وہ ہے تری بہو جاناں
نشہ کرانے میں فائدہ ہے یہی
نظر آتی ہے چار سو جاناں
تیرے کوچے میں لگ گیا افسوس
تیرے ڈیڈی کا کرفیو جاناں
آؤ ہم بھی نکاح پڑھوالیں
کب تلک ہم رہیں گے "ٹو" جاناں
بات ناصح کی کوئی بھی مت سن
اس کا ڈھیلا ہے اسکریو جاناں
ہر حسینہ سے کہہ رہا ہوں نسیم
جان جاں، جان آرزو، جاناں

☆☆..........☆☆

کچھ اس کے حسن میں ایسا کمال رکھا ہے
کہ ہم نے دل کو بمشکل سنبھال رکھا ہے
عذاب ہجر تو اس نے بحال رکھا ہے
ملن کو وعدۂ فردا پہ ٹال رکھا ہے
بھرا ہوا، ہے مرے دل میں بس غم جاناں
یہاں کہاں غم اہل وعیال رکھا ہے
خضاب تحفے میں ہم کو دیا ہے ظالم نے
ہمارے سر پہ کہاں کوئی بال رکھا ہے
عجب نہیں سگ لیلیٰ کا رشتہ دار ہو وہ
مرے صنم نے جو بلڈاگ پال رکھا ہے
دکاندار نے کسٹم کے خوف سے گھر میں
چھپا چھپا کی دساور کا مال رکھا ہے
ہے واپڈا کی عنایت کہ موم بتی سے
غریب خانے کو ہم نے اجال رکھا ہے
نسیم آتو گئے ہیں ہم اس کے ہاں سے مگر
ہمارا دل تو وہیں یرغمال رکھا ہے

مہنگائی

مہنگائی اس قدر ہے کہ کچھ نہ پوچھیے
شاپنگ کیجیے تو ذرا دیکھ بھال کے
اک سو کا نوٹ لے کے قصائی نے مجھ سے کل
"کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے"

دیوان

یہ مشکل مجھے کب سے در پیش ہے
خدایا یہ مشکل تو آسان کر
کوئی ایسا شاعر جو مرحوم ہو
عطا تو مجھے اس کا دیوان کر

احمد صغیر صدیقی

کارہائے نمایاں!

ہم نے جب تحریر کو نشتر کیا
حال اخبارات کا ابتر کیا
خود ہی کچھ خبریں لگائیں اور پھر
دیر تک خود ہی انہیں "سنسر" کیا
عاشق صادق تھے ہم، مرنے کے بعد
فاتحہ اپنا انہی کے گھر کیا
عمر بھر دفتر کے کمرے میں رہے
اور جو گھر کہا تھا، اسے دفتر کیا
ہم کہ تھے کچھ "اختراعی" ذہن کے
ایک دن کفگیر کو خنجر کیا
جو برائی ہوچکی سو ہو چکی
یعنی جو کچھ بھی کیا "بہتر" کیا
زور تھا تعلیم کی "ترویج" پر
جو "مدرس" تھے انہیں "ٹیچر" کیا

راغب مراد آبادی

نذرانہ

افسر کسٹم نے کھل کر ایک تاجر سے کہا
میں ہوں رشوت خور یہ بہتان ہے افسانہ ہے
آپ ہی کہیے کسے ہوگی مجال انکار کی
جب کوئی یہ کہہ کے دے سرکار یہ نذرانہ ہے

نثری نظم

دیکھئے ناپختہ ذہنوں کی جسارت دیکھئے
میر و غالب کی سخن گوئی سخن دانی کے بعد
سن کے نثری نظم کچھ ایسا لگا بعد غزل
جیسے کھچڑی پیش کردے کوئی بریانی کے بعد

اداکاری

جارہے ہو محفلِ وسخن میں سوچ لو
جس کی شدت سے ضرورت ہے وہ تیاری بھی ہے
صرف گانے سے غزل اب داد مل سکتی نہیں
کچھ نہ کچھ اسٹیج پر لازم اداکاری بھی ہے

ان ڈور گیم

دوزخ میں ہم جلیں گے تو اچھا یونہی سی
ہم جنتی ہیں کب یہ ہمارا کلیم ہے
رشوت کے جو خلاف ہیں اے کاش جانتے
اپنے وطن میں اک یہی ان ڈور گیم ہے

اہلِ زبان

پرچے میں امتحان کے یہ بھی تھا اک سوال
تعریف آپ کیجئے اہلِ زبان کی
تھا ایک ہی سا نائنٹی پرسینٹ کا جواب
"بچپن سے جن کو لت ہو قوام اور پان کی

نعرۂ تکبیر

تیس بتیس جوانوں کو ٹکٹ مل نہ سکا
یوں لگا ان کو کہ جیسے درِ فردوس ہو بند
فلم آئی بھی نہ تھی پردۂ سیمیں پہ ابھی
سینما گھر میں ہوا نعرۂ تکبیر بلند

حضرت شاہ

زیرِ لب

زیر لب مسکرا رہا ہے کوئی
اور سر بھی کھجا رہا ہے کوئی
زیر لب مسکرا کے ٹیبل پر
ہیم برگر اڑا رہا ہے کوئی
زیر لب مسکرا کے خلوت میں
فول مجھ کو بنا رہا ہے کوئی
زیر لب مسکرانے والے کے
ناز کیا کیا اٹھا رہا ہے کوئی
زیر لب مسکرا کے دیکھ تو لو
جان سے اپنی جا رہا ہے کوئی
زیر لب مسکرا کے پیش رقیب
مجھ کو کیا کیا جلا رہا ہے کوئی
زیر لب مسکرا کے محفل میں
میرے پہلو میں آ رہا ہے کوئی
زیر لب مسکرا کے دعوت میں
دال مجھ کو کھلا رہا ہے کوئی
زیر لب مسکراؤ حضرت شاہ!
آپ کے شعر گا رہا ہے کوئی

اسدؔ جعفری

مغل کی کار

الگ دنیا کی کاروں سے مغل کی کار ہے پیارے
سنا ہے پچھلے دس سالوں سے یہ بیمار ہے پیارے
زمانے کے لئے عبرت کا ایک شہکار ہے پیارے
مغل کے واسطے اک مستقل آزار ہے پیارے
کسی بھی کار سے زنہار چال اس کی نہیں ملتی
یہ وہ شے ہے کہ دنیا میں مثال اس کی نہیں ملتی
کئی فرلانگ تک دھکا لگاتے ہیں تو چلتی ہے
پسینہ چار چھ ساتھی بہاتے ہیں تو چلتی ہے
سحر سے شام تک ہینڈل گھماتے ہیں تو چلتی ہے
سر اس کے سامنے اپنا جھکاتے ہیں تو چلتی ہے
ترس کھا کر مغل پر جب یہ آجاتی ہے حرکت میں
یقین کرنا ہی پڑتا ہے بڑی طاقت ہے قدرت میں
یہ چلتی ہے تو شوفر کو بھلا کب ہوش رہتا ہے
ہر اک رہگیر تا حد نظر روپوش رہتا ہے
جہاں بھی اس کا جو پرزہ ہے وہ پر جوش رہتا ہے
مگر ایک ہارن ہے کم بخت جو خاموش رہتا ہے

کوئی اب اس کی فطرت کا لگائے خاک اندازہ
گیئر اس کا بدلتے ہیں تو کھل جاتا ہے دروازہ

کریں ریورس تو افسوس یہ آگے کو چلتی ہے
دباتے ہیں کلچ اس کا تو بتی اس کی جلتی ہے

اگر ملتان جانا ہو تو بھکر جا نکلتی ہے
جو پہیوں کے تلے اینٹیں رکھیں تو کچھ سنبھلتی ہے

مغل گاڑی کے ہراک وصف کا ادارک رکھتے ہیں
جبھی تو کار میں اینٹوں کا وہ اسٹاک رکھتے ہیں

ہیں اس میں جس قدر سیٹیں وہ سپرنگوں سے خالی ہیں
گماں ہوتا ہے آثار قدیمہ سے نکالی ہیں!

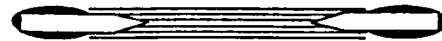
ہجوم دوستاں نے دھجیاں ان کی اڑالی ہیں
وہ ہر اک بیٹھنے والے سے کپڑے کے سوالی ہیں

پریشاں اس کا شیرازہ، ہراک کل اس کی بے کل ہے
یہ وہ گاڑی ہے جو فنکار کی تخلیق اول ہے

اسے رستے میں بس تقدیر ہی روکے تو رکتی ہے
مغل کی آہ پر تاثیر ہی رو کے تو رکتی ہے

ہمارا نالۂ دلگیر ہی رو کے تو رکتی ہے
وگرنہ پھر کوئی خنزیر ہی روکے تو رکتی ہے

مرے یارو! جہاں یہ جانور کم پایا جاتا ہے
خدا جانے وہاں کیسے اسے ٹھہرایا جاتا ہے



سگار لکھنوی

دل ہی تو ہے نہ سنگ وخشت، اس پہ مچل نہ جائے کیوں
عطر حنا لگا کے وہ شام وصال آئے کیوں

سینے میں دو دو ہاتھ دل، آخر اچھل نہ جائے کیوں
قصہ سہاگ رات کا کوئی ہمیں سنائے کیوں

اف یہ شباب جانستاں، اف یہ جمال گل رخاں
گڑتی ہیں دل میں برچھیاں، کوئی نقاب اٹھائے کیوں

تم تو بڑے ہی شیر تھے، شیروں میں تم دلیر تھے
پھر یہ بتاؤ اب ہمیں، بیٹھے ہو دم دبائے کیوں

اہل خرد نہ دے سکے میرے سوال کا جواب
موت سے پہلے آدمی، ملک عدم نہ جائے کیوں

رفیع احمد فدائی

ہائے پانی

ہے مشہور کراچی میں کہ عنقا ہوا پانی
کہتا ہے ہر ایک پیر و جواں کیا ہوا پانی

کھاتے تو نظر آتے ہیں اس شہر میں لاکھوں
کوئی نظر آتا نہیں پیتا ہوا پانی

پڑنے لگی گرمی تو مرا پیاس کے مارے
سچ کہتا ہوں اے دوست کہ پیتا ہوا پانی
ڈھونڈ تو مل جائیں گے سرخاب کے پر بھی
لیکن نہ ملے گا کبھی رستا ہوا پانی
دریا بھی سمندر بھی ہے اس دیس میں ہمدم
کڑوا ہی رہا پھر بھی نہ میٹھا ہوا پانی
اسکیمیں بنیں آب رسانی کی ہزاروں
پیتے رہے ہم خواب میں بہتا ہوا پانی
کے ایم سی و کے ڈی اے کا ہے خوب کرشمہ
سالانہ بڑھا ٹیکس اور مہنگا ہوا پانی
کافی ہے تسلی کے لئے گڑ کا ملیدہ
آخر تو پسینہ بھی ہے بہتا ہوا پانی
عنقا جو ہوا مشک تو غم ہے فدائی
پی لیں گے ہم آنکھوں سے امنڈتا ہوا پانی

قطعہ

کوئی کہتا خدا لگتی نہیں ہے
یہاں اب قدر حق باقی نہیں ہے
وصال یار کی باتیں کروں کیا
یہاں تو پیٹ میں روٹی نہیں ہے

اس زمانے میں

بہت پتلا ہے یارو حال اپنا اس زمانے میں
جدھر دیکھو ادھر ہوتا ہے گھپلا اس زمانے میں
گرانی نے کمر توڑی ہے بنی نوع انسان کی
کہ بچہ بھی نظر آتا ہے بوڑھا اس زمانے میں
وہ دن ہوں گے کبھی لڑتی تھی جب بڑھیا خلیفہ سے
ہے حق گوئی مگر پھانسی کا پھندا اس زمانے میں
بناؤ لیڈروں اور ورکروں کو دوست تم اپنا
سفارش ہی سے بس چلتا ہے دھندا اس زمانے میں
لطافت اور کثافت جنس سے رخصت ہوئی مطلق
نظر آنے لگی گڑیا بھی گڈا اس زمانے میں
مصاف زندگی میں سیرت "فولاد" کی باتیں
سمجھ سکتا نہیں کالج کا لڑکا اس زمانے میں
نہ کر علم و ہنر کی بات اب ہرگز فدائی تو
ہوا ہے زر کے آگے علم رسوا اس زمانے میں

چمچہ

رنگ ساز ہے، رنگ باز ہے، فنکار ہے چمچہ
اسٹیج کا سب سے بڑا کردار ہے چمچہ
"گاؤ آمد و خررفت" سے اس کو نہیں مطلب
بس کرسی نشینوں کا فقط یار ہے چمچہ
ڈھل جاتا ہے وہ یار کی مرضی کے مطابق
کیا خوب لچک دار و طرحدار ہے چمچہ
جاں اپنی وہ کرتا ہے وزیروں پہ نچھاور
کرنے میں خوشامد، بڑا ہشیار ہے چمچہ
چوروں اور لفنگوں کا بھی وہ یار ہے لیکن
پبلک میں بنا پھرتا حوالدار ہے چمچہ!
اس سے نہیں بڑھ کر کوئی دنیا میں سخن ساز
لاریب بڑا غازی گفتار ہے چمچہ
کرتا ہے بہت دین و نظریات کی باتیں
ایمان کا کرتا مگر بیوپار ہے چمچہ
کہہ دیتا ہے ہر بات میں وہ ہاں بھی نہیں بھی
اقرار اور انکار میں ہشیار ہے چمچہ
جب کار پہ ہر روز وہ چلتا ہے فدائی
کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے بیکار ہے چمچہ

ہے تیل گراں

ہے تیل گراں اس لئے کھانا بھی گراں ہے
ہے تیل گراں اس لئے کپڑا بھی گراں ہے
اس تیل کی مہنگائی سے آٹا بھی گراں ہے
مرغی بھی گراں ہے بہت انڈا بھی گراں ہے
اعلیٰ ہی نہیں اب یہاں ادنیٰ بھی گراں ہے

پٹرول کی قلت سے تو گم ہوگئی سٹی
روٹی تو بڑی چیز ہے ملتی نہیں لٹی
سونے سے سوا آج گراں ہوگئی مٹی
رب مرکے بھی ملتی نہیں آسانی سے چھٹی
جینا ہی نہیں دوستو! مرنا بھی گراں ہے

دھاگہ بھی ہے نایاب تو سوئی بھی گراں ہے
قلفی بھی گراں، چائے کی پیالی بھی گراں ہے
ہنڈیا بھی ہے ناپید تو ڈوئی بھی گراں ہے
لوٹا بھی گراں ہے بہت تھالی بھی گراں ہے
حد ہوگئی مٹی کا کٹورا بھی گراں ہے

ہے تیل گراں اس لئے مغلوب شجاعت
ہے تیل گراں اس لئے بے نور صحافت
ہے تیل گراں اس لئے عنقا ہے شرافت
ہے تیل گراں اس لئے غالب ہے رذالت
اس دور میں عزت کا بچانا بھی گراں ہے

مہنگائی کے اس دور میں شیطان ہے آزاد
ابلیس کے سب چیلے نظر آتے ہیں دلشاد
اس دور گرانی میں ہوا آدمی برباد
اب کون سنے گا اے فدائی تری فریاد
اس دور میں فریاد سنانا بھی گراں ہے

نجمہ خان

دو چہرے

تھے جو آوارہ گنے جاتے تھے بیکاروں میں
آج شامل ہیں وہی قوم کے معماروں میں

دندناتے ہوئے پھرتے ہیں جو اب کاروں میں
یہ گنے جاتے تھے کل قوم کے غداروں میں

ہے سمگلر کبھی ڈاکو کبھی لیڈر ہے کبھی
ایک انسان بنا کتنے ہی کرداروں میں

شغل ہے سب کا غریبوں کی کریں حق تلفی
مشترک ہے یہی اک قدر تو زرداروں میں

منچلوں کا ہی نہیں شغل لڑانا آنکھیں
شیخ جی بھی ہیں کسی شوخ کے بیماروں میں

ظہیر غازی پوری

اثر وہ کہاں سرد آہوں میں تھا
جو بیگم کی نقلی کراہوں میں تھا
نہ مہلک سے مہلک بموں میں ملا
جو ایٹم تمہاری نگاہوں میں تھا
در میکدہ بند جب ہو گیا
تو ہر شخص پیشاب گاہوں میں تھا
کرشمہ تھا بیوی کی کفگیر کا
کئی روز میں خانقاہوں میں تھا

تمنا جلی، گھر جلا، دل جلا
کرنٹ اس قدر گرم آہوں میں تھا
کسی نے نہ دیکھا مگر چل گیا
وہ خنجر کنواری نگاہوں میں تھا
کٹہرے میں عاشق ہی تنہا رہا
زمانہ تو ان کے گواہوں میں تھا
نوازا جسے سینڈل نے تری
وہی وقت کے سر براہوں میں تھا
دوپٹہ اڑا کر وہ جب چل پڑی
تو اک حشر سا شاہراہوں میں تھا

سرفراز شاہد

زمانے میں وہی مقبول ''ڈپلومیٹ'' ہوتا ہے
جو منہ سے ''یس'' کہے تو اس کا مطلب ''ویٹ'' ہوتا ہے

عوام الناس کو ایسے دبوچا ہے گرانی نے
کہ جیسے ''کیٹ'' کے نیچے میں کوئی ''ریٹ'' ہوتا ہے
فراغت ہی نہیں ملتی بڑے صاحب کو میٹنگ سے
وہ میٹنگ جس کا ایجنڈا فقط ''چٹ چیٹ'' ہوتا ہے
کرکٹر جلد بازی میں لگاتا ہے اگر چھکا

زمیں پر گیند ہوتی ہے فضا میں ''بیٹ'' ہوتا ہے
ہمیں تو سادگی کا درس دیتا ہے وہی جس کے
بدن پر بیش قیمت سوٹ، سر پر ''ہیٹ'' ہوتا ہے
یہی دیکھا ہے شاہد تیسری دنیا کے ملکوں میں
بچاری قوم پتلی اور لیڈر ''فیٹ'' ہوتا ہے

☆☆..........☆☆

وہ لوگ ساگ دال سے آگے نہیں گئے
جو لقمۂ حلال سے آگے نہیں گئے
تحفے میں مانگتے ہیں وہ سونے کے زیورات
خود ریشمی رمال سے آگے نہیں گئے
''بلّو کی گھر'' کی راہ پر اب بھی ہیں گامزن
جو لوگ بھیڑ چال سے آگے نہیں گئے
ان راشیوں میں ان کو فرشتہ صفت کہو
جو حد ''اعتدال'' سے آگے نہیں گئے
سولہ کے بعد عمر گو تھوڑی بہت بڑھی
لیکن وہ بیس سال سے آگے نہیں گئے
ان کو بھی میل جول میں ''وقفہ'' پسند تھا
اور ہم بھی بول چال سے آگے نہیں گئے
شاہد مزاح گوئی کا دعوےٰ انہیں بھی ہے
جو حد ''اعتدال'' سے آگے نہیں گئے

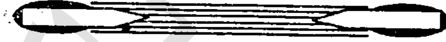
پروفیسر حفیظ بنارسی

مرغیوں کی کانفرنس

جمع تھیں کچھ مرغیاں اک گھور پر
شہر کی بستی سے تھوڑی دور پر
اجلی اجلی لال، پیلی مرغیاں
تھیں نہایت ہی رسیلی مرغیاں
یوں تو کہنے کو سبھی تھیں مشرقی
تھیں قتیل شیوہ ہائے مغربی
پر کٹی تھیں ان میں کچھ پردار بھی
خود نگر بھی خود سر و خود دار بھی
سب کے لب پر ایک ہی آواز تھی
ایک ہی میوزک شریک ساز تھی
ان کا کہنا تھا کہ مرغوں سے لڑیں
ان پر اپنی برتری ثابت کریں
ناز تھا ان کو کہ ہیں وہ نازنیں
ہے انہیں سے محفل ہستی حسیں
ان کے دم سے رونق بازار بھی
ان سے رنگیں دشت بھی گلزار بھی

خوش کیا کرتی ہیں مرغوں کو وہی
پالتی ہیں سارے چوزوں کو وہی
ان کے ذمہ سارا مشکل کام ہے
ہر پریشانی انہیں کے نام ہے
پھر بھی ان کا وزن ہے مرغوں سے کم
زندگی ہے ان کی رنج و غم
ان کو حاصل ہی نہیں کوئی وقار
نازک اندا‌موں میں ہے ان کا شمار
وہ کڑک ہو جائیں تو گالی سنیں
اور مرغ ڈٹ کے قوالی سنیں
مولوی صاحب ہوں یا پیر مغاں
پالتے مرغوں کو سب ہیں بے گماں
جان دیتے ہیں سب انکی ایک ٹانگ پر
دھیان دیتے ہیں انہیں کی مانگ پر
کیوں نہ ہم سب کٹکٹانا چھوڑ دیں
ان کے آگے سر جھکانا چھوڑ دیں
چھوڑ دیں ہم آہ وزاری چھوڑ دیں
مرغوں کی خدمت گذاری چھوڑ دیں
مرغوں کے ذمہ ہوں سارے کام کاج
اور ہم آرام سے فرمائیں راج
مرغ ہوں انڈوں کی سیوا کے لئے

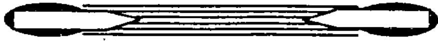
مرغیاں ہوں صرف زینت کے لئے
سن رہا تھا گفتگو یہ ایک مرغ
تھا جہاں دیدہ بہت وہ نیک مرغ



☆☆..........☆☆

بول اٹھا دفعتاً وہ ککڑوں کوں
مرغیوں سے پھر مخاطب تھا وہ یوں
چل نہیں سکتا تمہارا یہ فسوں
ایں محال است و محال است و جنوں
میری گستاخی کو فرماؤ معاف
ہیں تمہاری باتیں فطرت کے خلاف
بے سبب زلفوں کو مت برہم کرو
خوش رہو غصے کو اپنے کم کرو
کس لئے کرتی ہو ہنگامہ بپا
لازمی ہم سب پر ہے شکر خدا
الٹی گنگا ہم بہا سکتے نہیں
ناؤ خشکی میں چلا سکتے نہیں

تم کہ بے شک ہو نہایت نازنیں
وصف جو ہم میں ہے وہ تم میں نہیں
مرغیوں میں مرغ کا جوہر کہاں
ایک جیسا دونوں کا پیکر کہاں
دونوں کو بخشی گئی فطرت جدا
دونوں کو حاصل ہوئی خصلت جدا
کیوں کسی سے بے سبب برہم رہیں
اپنے اپنے دائروں میں ہم رہیں
اس قدر اونچی نہ اپنی دم کرو
جو تمہارا کام ہے وہ تم کرو
مرغوں کی آواز پر مرتی رہو
رنگ نقش زیست میں بھرتی رہو
جل رہا ہے جو دیا جلتا رہے
زندگی کا کارواں چلتا رہے
مرغ یہ کہہ کر روانہ ہو گیا
ختم پھر سارا فسانہ ہو گیا



سلام مچھلی شہری

چھیڑ

شوہر: وہ کوئی زہرہ جبیں، حور شمائل ہو گی
بیوی: نہیں، ایسا تو نہیں،
بلکہ وہ حسن کے معیار پہ آتی بھی نہیں
شوہر: پھر وہ شیریں لب و شائستہ محفل ہو گی
بیوی: نہیں، ایسا تو نہیں،
وہ کسی مرکز گفتار پہ آتی بھی نہیں؟
شوہر:۔ خیر، وہ گاؤں کی دو شیزۂ کمسن ہو گی
بیوی: نہیں، ایسا تو نہیں،
شاید اب اس کی جوانی بھی ڈھلی جاتی ہے
شوہر: پھر تو وہ زہر میں ڈوبی ہوئی ناگن ہو گی
بیوی: نہیں، ایسا تو نہیں،
اب تو صندل کی نشانی بھی ڈھلی جاتی ہے
شوہر: پھر کسی جنت تخیل کی دیوی ہو گی
بیوی: نہیں، ایسا تو نہیں،
میرے احساس کی جنت میں کوئی خواب نہیں
شوہر: پھر تمہی جانو، مجھے کیا، وہ کوئی بھی ہو گی
بیوی: نہیں، ایسا تو نہیں،
تم سمجھتے ہو، بتانے کی مگر تاب نہیں

خالد ثاقب

سفارش

بگڑا ہوا ہر کام بناتی ہے سفارش
انسان کی الجھن کو مٹاتی ہے سفارش
جیون کے گلستان میں بہاروں کی طرح ہے
ہر سمت نئے پھول کھلاتی ہے سفارش
ہر کام پہ الفت کے حسیں پھول کھلے ہیں
رستے کے سبھی خار ہٹاتی ہے سفارش
یکساں ہیں غریب اور امیر اس کی نظر میں
دونوں ہی کو رشوت سے بچاتی ہے سفارش
جو کام کسی سے کسی صورت نہیں ہوتا
وہ کام گھڑی بھر میں کراتی ہے سفارش
یارو انہیں تم غیر ضروری نہیں سمجھو
جینے کے جو انداز سکھاتی ہے سفارش

نیاز سواتی

خراب ہے

کھانے کو مل رہا ہے جو کھانا خراب ہے
اس واسطے تو حال تمہارا خراب ہے
ہر اہلیہ کی خو ہے کہ شوہر سے یہ کہے
بازار سے جو لائے ہو سودا، خراب ہے
کہتے ہیں جب گوالے سے "پتلا ہے دودھ کیوں"
کہتا ہے ہم سے بھینس کا چارا خراب ہے
وہ کھا گیا ہے میرے بھی حصے کی سب غذا
اور، یہ بھی کہہ رہا ہے کہ معدہ خراب ہے
کرنے لگا علاج مرا جب سے ڈاکٹر
پہلے سے میرا حال زیادہ خراب ہے
ہر چند حال ہی میں بنایا گیا ہے وہ
پھر بھی ہمارے گاؤں کا رستہ خراب ہے
ایسا کوئی نہیں جو کہے، میں ہوں خود خراب
ہر شخص کہہ رہا ہے، زمانہ خراب ہے
دو ایک ہی مشین کے پرزے نہیں خراب
اب تو نیاز آوے کا آوا خراب ہے

نیاز سواتی

گھروالی

گھر میں دل لگتا نہیں جب گھر میں گھر والی نہ ہو
گھر وہ لگتا نہیں چمن جس کا کوئی مالی نہ ہو
جب جوانی آئے گی مونچھیں بھی نکلیں گی ضرور
یہ تو ممکن ہی نہیں ساون میں ہریالی نہ ہو
آج کل کے نوجواں کو ایسی بیگم چاہیئے
عادتیں جیسی بھی ہوں صورت مگر کالی نہ ہو
آج کل کی لڑکیوں کو ایسے شوہر چاہئیں
صاحب زر بھی ہوں جو، جن کا کوئی والی نہ ہو
تب کروں گا آپ کی میں دعوت جلوہ قبول
تھال ہو حلوے کا میرے واسطے تھالی نہ ہو
تم بنو او ورسیئر گر چاہتے ہو اے نیاز
گھر میں خوشحالی ہی خوشحالی ہو بدحالی نہ ہو

(روح اقبال سے معذرت کے ساتھ)

بیگم کی نصیحت

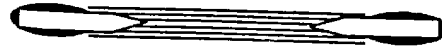
خدا کا شکر جو مانی یہ بات بیگم کی
وقار چاہئے تجھ کو تو دام پیدا کر
میں فاقوں مرتا اگر مانتا یہ باپ کا حکم
"خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر"

مک مکا کا عالمی ریکارڈ

مک مکا کے جو تھے ریکارڈ وہ توڑے ہم نے
تھے جو کنجوس بہت وہ بھی نچوڑے ہم نے
مک مکا میں نہیں ہم جیسا کوئی دنیا میں
مرغ تو مرغ ہیں انڈے بھی نہ چھوڑے ہم نے

شوہر۔شادی سے پہلے اور شادی کے بعد

شادی نہ ہوئی تھی تو بہت اس پہ فدا تھا
اب بچوں کی ماں کے لئے جلاد ہے شوہر
ہو سامنے محبوبہ تو ریشم کی طرح نرم
بیگم جو مقابل میں تو فولاد ہے شوہر



احمد جمیل

شاعروں کی جنگل

زاغ شیریں بیان آ پہنچے
حضرت دھان پان آ پہنچے
نقص امن و امان آ پہنچے
وہ سخن پہلوان آ پہنچے
دیدنی شاعروں کا دنگل ہے
بچے بوڑھے جوان آ پہنچے

ان کو سنیئے یہ رو کے گاتے ہیں
آگ پانی کے سر ملاتے ہیں
بھاؤ بتلا کے مسکراتے ہیں
کوٹھے والوں کو منہ چڑاتے ہیں
نوجوان کو یہ بزرگ اکثر
ان اداؤں سے مار جاتے ہیں
کیا قطعہ، کیا غزل، کہاں کی نظم
کچھ نہ جب بن سکا بنالی نظم
ہائیکو، ماہیا، علامتی نظم
بحر سے ہٹ گئی تو نثری نظم!

ہے ایسی شاعری کی بدہضمی
پیٹ پھولا ذرا اگل دی نظم

سامعیں شور و شر کے یوں پابند
جیسے لڑنے میں ساس بہویں نند
شعر پلّے نہیں پڑا ہر چند
سوئے شاعر اچھالتے ہیں گند
ہے عجب دہشت پذیرائی
آبرو مند ہیں گھروں میں بند

فکر و فن کس کو یاد ہے صاحب
محفلوں میں فساد ہے صاحب
یا سیاسی عناد ہے صاحب
یا معاشی مفاد ہے صاحب
قتل اردو ادب کی ہے تقریب
بے ادب با مراد ہے صاحب!!

محمد ممتاز راشد

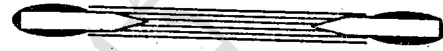
جنہیں ہنستے ہوئے لوگوں سے چڑ ہے
ہمیں ایسے برے لوگوں سے چڑ ہے

عجب اطوار ہیں ان نا سمجھ کے
اسے اچھے بھلے لوگوں سے چڑ ہے
نجانے کیوں ہے وہ سب سے کھنچا سا
نجانے کیوں اسے لوگوں سے چڑ ہے
بھلا مجھ سے نہ تم کیسے چڑو گے
کہ تم کو سب کھرے لوگوں سے چڑ ہے
تو اس پر آپ کیوں چڑتے ہیں صاحب
ہمیں گر بے تکے لوگوں سے چڑ ہے
قریب آئے نہ وہ راشد کے ہرگز
جسے بھی سر پھرے لوگوں سے چڑ ہے

☆☆..........☆☆

گوشت بہت ہی مہنگا ہے
پھر بھی اکثر پکتا ہے
مہنگائی کا رونا ہے
فیشن بڑھتا جاتا ہے
ویگن سے جو نکلا ہے
سب سے جھک کر ملتا ہے
جن کے بچے ٹھگنے ہوں
ان کا کپڑا بچتا ہے
مہنگا مال جو ناقص ہو

اور بھی مہنگا پڑتا ہے
اب ہیروئن سے بڑھ کر
ہیرو میک اپ کرتا ہے
بیگم جب کچھ کالی ہو
میک اپ مہنگا پڑتا ہے
بن میک اپ کے جب دیکھے
بچہ ماں سے ڈرتا ہے
خالص دودھ تو اب راشدؔ
صرف گوالا پیتا ہے



جی ایم احمد

"خوؔاہ مخواہ"

نہ جانے نیند میں منہ سے ہمارے کیا نکل آیا
نکالے سے نہ نکلا ان کے ماتھے پر جو بل آیا
بہت بگڑے ہوئے تیور جو دیکھے میں نے بیگم کے
نکالے جانے سے پہلے ہی میں گھر سے نکل آیا
خدا ہی جانے کیا گزری بیچارے مرنے والے پر
مگر برسی کی بریانی گلے تک میں نگل آیا

یہ سمجھے تھے ہمارا رہنما دانا وبینا ہے
ہٹائی آنکھ سے عینک تو نا بینا نکل آیا
یہ بازی آخری ہے دوستو اور میری بازی ہے
یہ دیکھو بادشاہ رانی کے ساتھ اکّہ ڈبل آیا
جسے مسیحا سمجھا تھا معشوقہ میری بیوی نکل آئی
مسیحا جس کو سمجھا تھا وہی قاتل نکل آیا
کرشمہ سازی میک اپ تو دیکھو ان کے گالوں پر
جہاں کل کچھ نہیں تھا آج واں اک تل نکل آیا
تری زلف پریشاں ہے کہ بیل عشق پیچاں ہے
نکالا پیچ و خم جتنا وہاں اتنا ہی بل آیا
رقیب روسیہ نازل ہوا تو یوں ہوئے گویا
چلو اچھا ہوا کہ آپ کا نعم البدل آیا
ہوا جھگڑا جو بیگم سے تو ہم ناحق ہوئے برہم
"ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا"
رکھوں کاندھے پہ کس کے خوؔاہ مخواہ بندوق میں اپنی
بہادر جس کو سمجھا تھا، وہی بزدل نکل آیا

☆☆..........................☆☆

ہماری زندگی گو رنج اور غم سے عبارت ہے
مگر خوشیوں سے منہ کو موڑلینا بھی حماقت ہے

ظرافت خواہ مخواہ فن ہی نہیں ہے اک سعادت ہے
ہنسا کر غم کسی کے بانٹ لینا بھی عبادت ہے

چہرے پر مسرت کے برسوں کی تھکاوٹ ہے
دل میں کئی ان دیکھے اندیشوں کی آہٹ ہے
کوئی بھی خوشی ہم کو خالص نہ ملی اب تک
سوچا تھا زہر کھالیں اس میں بھی ملاوٹ ہے

مجھے اشکوں سے اپنے زخم دل دھونا نہیں آتا
ملے لمحے جو خوشیوں کے انہیں کھونا نہیں آتا
میں اپنے غم بھلانے خواہ مخواہ ہنستا ہنساتا ہوں
مگر سب یہ سمجھتے ہیں مجھے رونا نہیں آتا

کون سا غم ہے جو یہ حال بنا رکھا ہے
نہ تو میک اپ ہے نہ بالوں کو سجا رکھا ہے
خواہ مخواہ چھیڑتی رہتی ہیں یہ رخساروں کو
تم نے سڑکوں کو بہت سر پہ چڑھا رکھا ہے

جس روز سے سسرال میں آباد رہا
ہر وقت غم و فکر سے آزاد رہا
الٹا نہ کوئی خواہ مخواہ تخت مرا
داماد کو الٹا بھی تو داماد رہا

سردار سوز

امریکہ میں ہے

لطف جینے کا تو میرے یار امریکہ میں ہے
مال و دولت کا تو بس انبار امریکہ میں ہے
"ہیم برگر" بیچتا ہے جو کسی فٹ پاتھ پر
اس کے پہلو میں بھی اک دلدار امریکہ میں ہے
ماڈرن تہذیب کہتے ہیں کسے آکر تو دیکھ
نیم عریانی سربازار امریکہ میں ہے
وہ پلمبر ہو کہ ہٹلر یا ہو کوئی لفٹ مین
پاس سب کے اک بڑی سی کار امریکہ میں ہے
جسم بھی بکتے ہیں گورے ہوں کہ کالے بے دریغ
ایک مدت سے یہ کاروبار امریکہ میں ہے
جنس کی تعلیم اسکولوں میں ہے جزونصاب
یہ بھی تعمیری ہی اک کردار امریکہ میں ہے
انڈیا کے اک بھکاری کو سنا کہتے ہوئے
کار والا میرا برخوردار امریکہ میں ہے
نام سے مامون ایمن کے ہے واقف اک جہاں
دوستو! اردو کا یہ فنکار امریکہ میں ہے
قدر دان شعر کہتے ہیں جسے سردار سوز
آپ کا وہ خالق اشعار امریکہ میں ہے

طارق حسن طارق

مہرباں مجھ پہ مرے بچوں کی اماں ہونے کو ہے
عشق بوڑھا ہوگیا تھا، پھر جواں ہونے کو ہے

وہ بھی ہوں گی، ان کی بھابی بھی، بہن بھی، بھائی بھی
ایسے میں جو چاہتے ہیں ہم، کہاں ہونے کو ہے

وصل کی کیا بات کرتے ہو، بجٹ آنے تو دو
ان کے جلووں کا نظارا بھی گراں ہونے کو ہے

چھوڑ کر جنت کو ہم آئے تھے جس کے واسطے
اب وہ دانہ گیہوں کا، جنت نشاں ہونے کو ہے

آگئے ہیں پیروی کو آج ہی سے سارے لوگ
کل منسٹر، میری سالی کا میاں، ہونے کو ہے

پہلے جو امریکہ میں اور روس میں ہوتی تھی جنگ
آج کی شب ان کے میرے درمیاں ہونے کو ہے

بیٹیوں کو لے اڑے داماد، بیٹوں کو بہو
زندگی کی یہ حقیقت اب عیاں ہونے کو ہے

میکدہ بھی بند ہوگا ساری دکانوں کے ساتھ
آپ بھی کرلیں وضو طارق، اذاں ہونے کو ہے

سید فتح علی انوری

پرانی پتلون

چھ روپے میں کیا بری تھی یہ پرانی پینٹ بھی
جس میں لپٹیں اٹھ رہی تھیں اک قدیمی سینٹ کی
چھ روپے تو کیا برے تھے گر یہ ہوتا رینٹ بھی
گوکہ تھی اس میں شباہت شادیوں کے ٹینٹ کی
پہلا مالک کون تھا؟ زندہ بھی ہے یا مرگیا
جانتے ہیں صرف ہم یہ ہم پہ تہمت دھرگیا
دس روپے لے کر کسی درزی نے فٹ کر ہی دیا
کپڑا جو باقی بچا تھا اس میں جیکٹ بن گیا
اچھے خاصے ہم بھی ''بابوجی'' نظر آنے لگے
رعب کچھ ایسا پڑا کہ سب پہ ہم چھانے لگے
اس پہ ''برٹن'' کی مہراب بھی نظر آتی تھی صاف
اس کی رنگت ''ہیچ'' کرتی تھی فضائے کوہ قاف
نہ تھی نیلی نہ تھی پیلی، تھی یہ یکتا رنگ میں
ایسا لگتا تھا کہ کوا گرگیا ہے رنگ میں

پروفیسر عنایت علی خاں

☆☆..........................☆☆

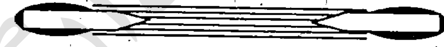
یوں بھرم ساقی نے اپنے لطف عام کا
جام کے بدلے تھمایا سب کو ڈبہ جام کا
یوں کیا ہم نے مداوا گردش ایام کا
حذف کر ڈالا سرے سے "لام الف" آلام کا
دھیان رکھنا کوئی ان کو چھوڑ کر کھا ہی نہ جائے
آپ کی آنکھوں پہ ہوتا ہے گماں بادام کا
بردکھوے کے لئے پہنچے تھے ہم اس شان سے
شرٹ تو مانگے کی تھی اور سوٹ تھا نیلام کا
اس کے خلوت خانے کے بدلے شفاخانے میں ہوں
میری بدبختی سے کچھ خستہ تھا چھجا بام کا
سیلری بتلا گیا بیوی کو آ کر جاؤ میں
ایسی موٹی عقل کا بھی آدمی کس کام کا
نامہ بر کو دی گئی خرچی بالآخر کام آئی
دے گیا وہ مجھ کو جو خط تھا عدو کے نام کا
رات میں جب رونقیں دن سے سوا ہونے لگیں
کیا تعجب صبح کو گھر آئے بھولا شام کا
جب عنایت ہم نہ ہوں گے تو کہیں گے یار لوگ
"خیر وہ شاعر تو تھا، پر آدمی تھا کام کا"

پروفیسر ڈاکٹر صابر آفاقی

وزیر کی نصیحت اپنے پی اے کو

ہار بھی دو چار اپنے پاس رکھ لینا ضرور
گیٹ پہ پہنچوں تو پھر چپکے سے پہنانا مجھے
مری کرسی کے عقب میں تم کھڑے رہنا مدام
چھوڑ کر اسٹیج پر مت بھول ہی جانا مجھے
حرف کوئی چھوٹ جائے تو بتادینا وہیں
لفظ کوئی بھول جائے یاد دلوانا مجھے
گرم ہو جاؤں تو دینا سرد پانی کا گلاس
مضمحل ہونے لگوں تو جوش دلوانا مجھے
بیٹھنے کا میں نہ لوں گر نام تو بٹھلانا مجھے
دل پکڑ کر بیٹھ جاؤں تو اٹھا لانا مجھے
کیسے کیسے وعدے کرنے ہیں عوام الناس سے
موقع جب آئے تو چٹ پر لکھ کے دکھلانا مجھے
بے سبب ہنسنے لگوں تو کھانس دینا زور سے
بے وجہ رونا جو آئے تو ہنسا دینا مجھے
اہل جلسہ پر جو غلبہ نیند کا ہونے لگے
کوئی اک دلچسپ نعرہ یاد کروانا مجھے
روٹھ کر جاؤں تو تم واپس بلا لانا ضرور

خود بخود آتا نہیں ہے لوٹ کر آنا مجھے
جو مخالف ہیں مرے ان پر نظر رکھنا کڑی
ڈھونڈ کر اک اک کو لانا اور ملوانا مجھے
جب پذیرائی کا ہو اعلان تو جلدی سے تم
بھاگ کرجانا بڑی سی میز دکھلانا مجھے
بازوئے مرغا شکن سے مرغ لانا کھینچ کر
چار منہ میں ڈالنا اور چار پکڑانا مجھے
ڈال لینا جیب میں دو چار موٹے سے چکن
بیگمات خانہ سے دیکھو نہ پٹوانا مجھے
شومئی قسمت سے جب جھنڈی اتر جائے مری
ایک رکشے میں بٹھا کر گھر بھی پہنچانا مجھے



ڈاکٹر انعام الحق جاوید

☆☆..........................☆☆

اس کا دل تختہ سیاہ ہے میرا سینہ چاک ہے
اس پہ طرہ یہ کہ اس کی ناک حیرت ناک ہے
ایسے انگلش بولتی ہے وہ کہ لگتا ہے یہی
رخ پہ اس کے تل نہیں انگلش کا فل سٹاپ ہے
کل اک چاند سی لڑکی دیکھ کے ہوگیا دل بے قابو
کہہ دیا سامنے جاکر میں نے پیار سے اس کو چندا

فوراً دس کا نوٹ تھماکر آگے سے وہ بولی
یہ بتلا دو کس مسجد کا مانگ رہے ہو چندا

اک بٹہ دو

نصف بہتر کو سمجھ لوں جو اگر اک بٹہ دو
پھر تو ٹوپی میں ہی رہ جائے گا سراک بٹہ دو
بیویاں بچ نہیں سکتیں کبھی شر سے ان کی
لفظ شوہر میں ہی موجود ہے شراک بٹہ دو
یہ رقیبوں پہ عنایت کا تناسب دیکھو
اس طرف دوبٹہ اک اور ادھر اک بٹہ دو
میں نے دو کالمی سرخی کی تمنا کی تھی
اور اخبار میں آئی ہے خبر اک بٹہ دو

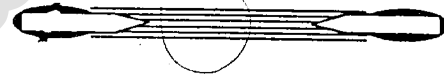
حسن جاوید

☆☆..........................☆☆

اونگے بونگے شعر سنانے آیا ہوں
یعنی کچھ پیار بڑھانے آیا ہوں
مجھ کو بھی کوئی اچھی صورت دکھلاؤ
میں بھی اپنا جی پرچانے آیا ہوں
ڈسکو ڈانس سیکھ لیا ہے میں نے
میں بھی روٹھا یار منانے آیا ہوں

کوئٹہ میں نہ پانی ہے نہ بجلی ہے
بس سردی ہے یہ بتلانے آیا ہوں

سو رہی ہے ہر جاگتی سی ہے
ہائے وہ کتنی مینی سی ہے
پیاز نے سنگ موم کر ڈالا
آج اس کی آنکھ میں نمی سی ہے



شیشہ و تیشہ

☆☆..................☆☆

بوا، سچ تو یہ ہے آنکھوں کا سب کی ڈھل گیا پانی
یہ حالت دیکھ کر دنیا کی ہوتی ہے پریشانی
ہمارا کیا پرانے دور کے ہم لوگ جو ٹھہرے
سجھائی کچھ نہیں دیتا ادھر کانوں سے ہیں بہرے
مگر جب بات چلتی ہے تو پھر سننی ہی پڑتی ہے
کہ جس کو سن کے روح ناتواں پہروں تڑپتی ہے
ہمارے وقت میں سبھی لڑکیاں تعلیم پاتی تھیں
بھلے اطوار سے ماں باپ کی عزت بڑھاتی تھیں
شرافت کی کرن کا جن کے چہروں پر اجالا تھا
زمانہ بھر میں جن کی آبرو کا بول بالا تھا

میاں رمضان کی لڑکی کا لیکن ہے عجب عالم
بھلا سا نام ہے، ہاں یاد آیا، انوری خانم
یہ بی بی بھی سنا ہے ان دنوں کالج میں پڑھتی ہیں
ذرا سی بات جو پوچھو تو جیسے سر پہ چڑھتی ہیں
امور خانہ داری سے ہے ان کو بر ملا نفرت
خدا کا خوف ہے دل میں نہ دنیا سے کوئی رغبت
مرا دعویٰ ہے شادی کر کے یہ جس گھر میں جائیں گی
کسی دن دیکھ لینا تم اسے دوزخ بنائیں گی
نئی تہذیب کے ہاتھوں بھرم اپنا مٹایا ہے
خدا محفوظ رکھے کیا نرالا دور آیا ہے
ابھی کل ہی یہ مجھ سے کہہ رہی تھیں بی بی رخشندہ
بوا، اب ہم نے مردوں کو بنا ڈالا ہے باپردہ
چراغ راہ بن کر ہم نے اکثر رہبری کی ہے
ہزاروں جاں بلب افراد کی چارہ گری کی ہے
ہمارے عزم نے مردہ کو زندگی بخشی
نئی دنیا کو ہم نے اک نئی تابندگی بخشی
خدا را دو گھڑی دل کو ہمارے چین پانے دو
ہمیں بھی گلستاں میں کوئی دن چھچھانے دو
ہمیں اب زندہ رہنا ہے نگاران چمن بن کر
چمکنا ہے زمانہ میں گل و سرو سمن بن کر
بڑی مدت میں ہم نے دور آزادی کو پایا ہے
برا ہی کیا گر اس کے لئے سب کچھ گنوایا ہے

شاہد مبین

سسرال ہوکر رہ گئے

لوگ مہنگائی سے اب بے حال ہو کر رہ گئے
جو تھے اہل مرغ، اہل دل ہوکر رہ گئے
ایک دن بیوی نے پوچھا، آپ کی انکم ہے کیا؟
تو میاں غصے میں یکدم لال ہوکر رہ گئے
نوکری جس نے سماجی محکمے میں کی جناب
مال کھاتے کھاتے وہ فٹبال ہوکر رہ گئے
شارجہ، مسقط، سعودی ویزے کے چکر میں آج
جانے کتنے نوجوان کنگال ہوکر رہ گئے
چل دیئے دولہا میاں بارات لے کر گارڈن
اب تو میرج گارڈن سسرال ہوکر رہ گئے
جو دوپٹے سر پہ تھے نسوانیت کا اک وقار
وہ گلے میں آج کل رومال ہوکر رہ گئے
مارشل، لاسن، ولسن، عمران، کپل، ہولڈنگ
بیسٹمینوں کے لئے جنجال ہو کر رہ گئے
سوچتا ہوں اب یہ شاہد آج کل کے دور میں
خون کے رشتے میں سبھی پامال ہوکر رہ گئے

شاکر جرولی

تو کیسا ہو!

پکا کر اپنی روٹی آپ ہی کھاؤ تو کیسا ہو!
کرم ہم عورتوں پر گر نہ فرماؤ تو کیسا ہو!
الٹ کر یوں پرانے کو اس دیدہ ریزی سے
کسی بازار کے درزی سے سلواؤ تو کیسا ہو!
پہنچنا دیر سے دفتر میں شغل مستقل ٹھہرا
کسی دن حاضری بھرتے پکڑے جاؤ تو کیسا ہو
ذرا سا یہ مسالا، گھی یہ تولہ بھر سے بھی کچھ کم
یہ ہانڈی جو باورچی سے پکواؤ تو کیسا ہو!
یہ گٹھر سو عدد کپڑوں کا، سارے گھر کی یہ اترن
یہی ''لادی'' اگر دھوبی سے دھلواؤ تو کیسا ہو!
گرہ ٹائی کی لگ چکتی نہیں، گاڑی کا وقت آیا
جو الٹے پاؤں اسٹیشن سے لوٹ آؤ تو کیسا ہو!
ہے راشن دونفر کا اور تواضع سارے کنبہ کی
کسی ہوٹل سے اک دن سب کو کھلواؤ تو کیسا ہو!
میری ساری کو رنگوانے میں اتنے دن لگا ڈالے
''بڑے صاحب'' کو یوں ہر روز ٹرخاؤ تو کیسا ہو!
پڑوسی ایک دن ہفتہ میں کتا کھول دیتا ہے
جو اتنی رات کو اس دن بھی گھر آؤ تو کیسا ہو!

اطہر شاہ خان جیدی

☆☆..............☆☆

شوہر کا ایمان خدا ہی جانتا ہے
دل کے سب ارمان خدا ہی جانتا ہے
بیگم کو تصویر ملی ہے تکیے میں
جینے کا امکان خدا ہی جانتا ہے
ہجر میں پتہ مارا پتھری ٹوٹ گئی
کب ہوگا یرقان خدا ہی جانتا ہے
جس کو دیکھو کزن اسے وہ کہتی ہے
بھائی ہے یا جان خدا ہی جانتا ہے
ساس کسی کی اغواء ہو تو جائے
کون بھرے تاوان خدا ہی جانتا ہے
بیٹا کہہ بیٹھی محبوب کی اماں
اب اس کا نقصان خدا ہی جانتا ہے
اب دو قطعات پیش کر رہا ہوں
تم اگر ماروگی بیلن پھینک کر
میری جانب سے بھی چمٹا جائے گا
یہ بیان اصلی ہیں اخباری نہیں
آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے گا

فدائی

مثل ہر ہٹلر چلے

گھر میں اب جمہوریت کیوں کر چلے
جب کہ بیوی مثل ہر ہٹلر چلے
دندناتی پھرتی ہیں یوں ٹیڈیاں
جیسے بندر روڈ پر موٹر چلے
ہے وہ لڑکا یا کوئی طوفان ہے
تیز کتنا اپنا اسکوٹر چلے
ہم زبانی کی ضرورت اب نہیں
ترجمہ کے ساتھ لو لیٹر چلے
پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے جس کے پاس
اس کو کیا گر بینک میں ڈالر چلے
پیٹ سے مل جائے انساں کو نجات
کاش ایسا کوئی گھن چکر چلے
آج کل دنیا میں اس کی موج ہے
عقل کے پیچھے جو لٹھ لے کر چلے
ماریں گھٹنا گر تو پھوٹے کیوں نہ آنکھ
جب فدائی خود غلط لیڈر چلے

☆☆..........☆☆

نمکین غزل

یہ تری زلف کا کنڈل تو مجھے مار چلا
جس پہ قانون بھی لاگو ہو وہ ہتھیار چلا

پیٹ ہی پھول گیا اتنے خمیرے کھا کر
تیری حکمت نہ چلی اور ترا بیمار چلا

بیویاں چار ہیں اور پھر بھی حسینوں سے شغف!
بھائی تو بیٹھ کے آرام سے گھر بار چلا!

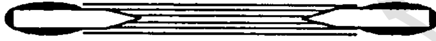
اجرت عشق نہیں دیتا ، نہ دے بھاڑ میں جا
لے ترے دام سے اب تیرا گرفتار چلا

سنسنی خیز اسے اور کوئی شے نہ ملی
میری تصویر سے وہ شام کا اخبار چلا

یہ بھی اچھا ہے کہ صحرا میں بنایا ہے مکاں
اب کرائے پہ یہاں سایۂ دیوار چلا

اک اداکار رکا ہے ، تو ہوا اتنا ہجوم!!
مڑ کے دیکھا نہ کسی نے جو قلمکار چلا

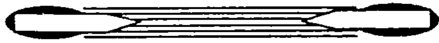
چھیڑ محبوب سے لے ڈوبے کی کشتی جیدیؔ
آنکھ سے دیکھ اسے ، ہاتھ سے پتوار چلا



ڈاکٹر صاحب!

ڈاکٹر صاحب! پہچانئے میں کون ہوں
آپ کی خدمت سے پہلے ایک تھا اب پون ہوں
ہائے وہ شامت کا دن جب چھینک آئی تھی مجھے
اور شفا خانے کی جانب کھینچ لائی تھی مجھے
آپ نے اس چھینک کو چھینکا بنا کر رکھ دیا
اپنا آلہ میرے سینے پر جما کر رکھ دیا
دل کی دھڑکن سن کے یوں مغموم و افسردہ تھے آپ
جیسے سن بیٹھے ہوں عزرائیل کے قدموں کی چاپ
پھر ہمارے بازوؤں میں روز انجکشن کی دھار
ٹیبلٹ اک دن میں چھ اور کیپسول اک دن میں چار
سب دوائیں آپ کے اسٹور سے لیتے تھے ہم
آپ کی آرام دہ چمکیلی موٹر کی قسم
یوں نہ کرتے تو دوائیں ہم کو دیتا اور کون
نسخہ فہمی کے لیے کرتا پھر اتنا غور کون
جس نے دیکھا آپ کا نسخہ وہ یوں گویا ہوا
"نقش فریادی ہے کسی کی شوخیِ تحریر کا"

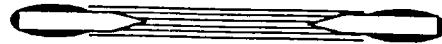
کیوں نہ چمکے اس طرح دو طرفہ دھندا آپ کا
گردن بیمار میں فٹ ہے جو پھندا آپ کا
اس طرح مہنگی دواؤں کا اکھاڑا ہائے ہائے
اس پہ پرہیزی غذاؤں نے پچھاڑا ہائے ہائے
الغرض یوں ہی مہینوں ہم دوا کھاتے رہے
اور بقدر ظرف گھر والے ہوا کھاتے رہے
مرغ مچھلی ، دودھ ، مکھن ، کینو ، کیلا اور سیب
ان کی یورش پر دہائی دے رہی تھی اپنی جیب
صورت حالات یوں ہم پر ستم ڈھاتی رہی
ہم غذا کھاتے رہے ہم کو غذا کھاتی رہی
آخر اک دن تنگ آ کر چھوڑ بیٹھے ہم علاج
رفتہ رفتہ نارمل ہونے لگا اپنا مزاج
آپ نے تو کر ہی ڈالا تھا مجھے خوار و زبوں
آپ کے بارے میں آگے اور کیا کچھ میں کہوں



واجد نگینوی

☆☆..................☆☆

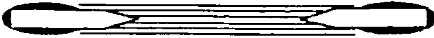
خریدتی ہے جو بیوی ادھار کے جوتے
میاں کو گھر سے نکالے گی مار کے جوتے
چرا کے آپ نے پہنا ہے پاؤں میں ہم کو
بتائے دیتے ہیں خود ہی پکار کے جوتے
ہمارا حال دبے پاؤں آگے دیکھیں گے
بغل میں داب لیے ہیں اتار کے جوتے
ہے ایسی شکل کا مالک رقیب نانجار
کہ جیسے ہوں کسی کلو چمار کے جوتے
خزاں سے بچ تو گئے مگر واجد
یہ ڈر ہے کھائیں گے فصل بہار کے جوتے



محمد ایاز عباسی

☆☆..................☆☆

میں نے کہا کہ شہر کے حق میں دعا کرو
اس نے کہا کہ بات غلط مت کیا کرو
میں نے کہا کہ رات سے بجلی بھی بند ہے
اس نے کہا کہ ہاتھ سے پنکھا جھلا کرو
میں نے کہا کہ شہر میں پانی کا قحط ہے
اس نے کہا کہ پیپسی کولا پیا کرو
میں نے کہا کہ کار ڈکیتوں نے چھین لی
اس نے کہا کہ اچھا ہے پیدل چلا کرو
میں نے کہا کہ کام ہے نہ کوئی کاروبار
اس نے کہا کہ شاعری پہ اکتفا کرو
میں نے کہا کہ سو کی بھی گنتی نہیں ہے یاد
اس نے کہا کہ رات کو تارے گنا کرو
میں نے کہا کہ ہے مجھے کرسی کی آرزو
اس نے کہا کہ آیت الکرسی پڑھا کرو
میں نے کہا کہ غزل پڑھی جاتی نہیں صحیح
اس نے کہا کہ پہلے ریہرسل کیا کرو
ہر بات جو کہتا رہا میں "بجابجا"
اس نے کہا کہ یوں بھی مسلسل بجا کرو



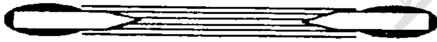
☆☆..................☆☆

غذا سے علاج

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے
وہاں تک چاہئے بچنا دوا سے
اگر تجھ کو لگے جاڑے میں سردی
تو استعمال کر انڈے کی زردی
جو ہو محسوس معدے میں گرانی
تو چکھ لے سونف یا ادرک کا پانی
اگر خون کم بنے بلغم زیادہ
تو کھا گاجر چنے ، شلغم زیادہ
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا
اگر ضعیف جگر ہے تو کھا پپیتا
جگر میں ہو اگر گرمی تو دہی کھا
گر آنتوں میں ہو خشکی تو گھی کھا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے
تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے
جو طاقت میں کمی ہوتی ہو محسوس
تو مصری کی ڈلی ملتان کی چوس

جو آتے ہوں تیری آنکھوں میں جالے
تو دکنی مرچ گھی کے ساتھ کھا لے
اگر ہو قلب میں گرمی کا احساس
مربہ آملہ کھا یا کھا اناس
جو دکھتا ہو گلا نزلے کے مارے
تو کر نمکین پانی کے غرارے
اگر دانتوں کے درد سے ہو تو بے کل
تو انگلی سے مسوڑھوں پہ نمک مل
زیادہ اگر دماغی ہے تیرا کام
توکھا تو شہد کے ہمراہ بادام
جو بدہضمی میں تو چاہے افاقہ
تو دو ایک وقت کا کر لے تو فاقہ

(بشکریہ۔ماہنامہ ڈرڈائجسٹ کراچی)



محمد آصف

☆☆..........☆☆

کھڑے ہوئے جب پاؤں پہ گھر والوں نے ہم سے جان چھڑائی
سکول کیا تھا بس ہماری اور کتابوں کی لڑائی
دن گزرتے گئے پھر امتحان کی باری آئی
فیل ہونے پہ کھائی مار پاس ہونے پہ ملی مٹھائی
حساب، معاشرتی علوم اردو کی کتنی کی ہے ہم نے لکھائی
دعا کرکے بڑی مشکل سے تختی سے جان چھڑائی
سوچا تھا اب کریں گے بڑی محنت سے پڑھائی
وہاں جس کی سمجھ نہ آئی اسے حساب کہتے ہیں میرے بھائی
صرف یہی ہوتا اگر تو کچھ کر لیتے پڑھائی
مشکل کچھ نہ تھا اگر کر لیتے ہم پڑھائی
بھروا کے کسی سے امتحانی فارم بورڈ کو بھجوایا
تھوڑے دنوں بعد پہلے لفافے میں چھٹی نظر آئی
امتحان دینے جانا تھا دور اس لیے نئی پتلون سلوائی
ہال میں نقل کر کے غیروں سے بڑی بے عزتی کروائی

☆☆..........☆☆

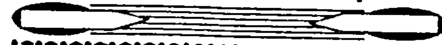
پڑھا کرو

فطرت نے جو لکھے ہیں وہ کتبے پڑھا کرو
مہنگی ہیں گر کتابیں تو چہرے پڑھا کرو
بکھرے ہوئے ہیں سینکڑوں مضمون جا بجا
سڑکوں سے چن کے کاغذی ٹکڑے پڑھا کرو
لفظوں میں بھی حروف نظر آئیں گے تمہیں
اوراق گل پہ شبنمی قطرے پڑھا کرو
بیکار کیوں ہو شہر کی سڑکوں پہ بیٹھ کر
ہاتھوں پر قسمتوں کے نوشتے پڑھا کرو
تعریف کو بھی لوگ خوشامد کہیں تو پھر
خود اپنی شان میں ہی قصیدے پڑھا کرو
چبھتی ہے گر شاعروں کی تحریر آنکھ میں
ساجد کتاب خاک کے ذرے پڑھا کرو

انور مسعود

☆☆.........................☆☆

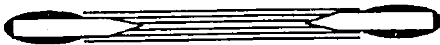
میری لیلیٰ کو ور غلاتا ہے
تیرا مردہ خدا خراب کرے
سوکھ جائے تو بید کی مانند
کبھی تیرے نصیب ہوں نہ ہرے
تو گرفتار ہو شبے میں
کہیں کوئی تیرا نہ اعتبار کرے
تو ڈکیتی میں دھر لیا جائے
دوسروں کے کئے بھی تو ہی بھرے
کبھی تو تھانے میں ہو تیری چھترول
تجھ پہ جھپٹیں سپاہیوں کے پرے
چاہیں بھرکس نکال دیں تیرا
کوئی فریاد پر نہ کان دھرے
تو کچہری میں پیشیاں بھگتے
کوئی منصب تجھے بری نہ کرے
نکلے گھر سے تیرے کلاشنکوف
تو پلس کے مقابلے میں مرے



سرفراز شاہد

☆☆.........................☆☆

مدت سے یوں مقیم وہ دل کے نگر میں ہے
طارق عزیز جس طرح نیلام گھر میں ہے
ہے مبتلائے عشق بتاں میرا ڈاکٹر
جو مجھ میں وائرس ہے وہی چارہ گر میں ہے
بھینگی اگر دلہن ہے ذرا سی تو کیا ہوا
لاکھوں کا مال بھی تو ہماری نظر میں ہے
ہے واقعی کمال یہ کونٹیکٹ لینز کا
اک بحر نیلگوں جو تیری چشم تر میں ہے
گزارہ دل ہی پہ اب کرے گی یہ گرانی میں
کہ اس کی دسترس میں اب تو مرغی آ نہیں سکتی
مجھے تو قوم کے بارے میں یہ تشویش لاحق ہے
یہ کیسی ملت بیضا ہے انڈہ کھا رہی ہے





سید محمد جعفری

کراچی سے لاہور بذریعہ تیز گام

ایکسپریس مجھ کو کراچی سے جو لے آئی تھی
اس نے جنکشن ہی پہ رکنے کی قسم کھائی تھی
پٹری اور پہیوں میں جو معرکہ آرائی تھی
اس کی آواز انیس غم تنہائی تھی
نہ ڈرگ روڈ پہ ٹھہری نہ سر جنگ شاہی
جس طرح نشے میں بدمست رواں ہو راہی

کوٹری پہنچی وہاں پینے کو پانی ٹھہری
کہنے انڈس سے سمندر کی کہانی ٹھہری
ایکسپریس ٹھہر گئی اس کی روانی ٹھہری
وادی مجد میں محمل کی نشانی ٹھہری
ریستوراں کار تھی گاڑی میں نہ نعمت خانہ
جیسے ہوٹل کوئی رمضان میں ہو ویرانہ

کوٹری سے جو اٹھی سینہ دریا پہ چلی
پلہ مچھلی کی طرح جیسے ہو پانی میں پلی
بھوک گو مجھ کو لگی دال نہ پر میری گلی

قل ہو اللہ لکھی دیکھی یہ الفاظ جلی
بھوک سے آنکھ تھی بند اور خدا آیا نظر
مجھ کو اسٹیشنوں پہ قبلہ نما، آیا نظر

گزری انڈس سے تو پھر حکم اٹینشن آیا
حیدر آباد کا فوراً ہی تو جنکشن آیا
پڑگئی رات تو چپکے سے پڈعیدن آیا
مجھ کو کیا اس سے اگر پیرس و لندن آیا
سوگیا بھوک میں پر خواب تو اچھا دیکھا
سامنے رکھا ہوا اک بھنا مرغا دیکھا

گاڑی ٹھہری تو اٹھا شور کہ روہڑی روہڑی
ریلوے کے کسی بابو نے یہ آفت توڑی
میرے درجے میں وکیلوں کی بٹھا دی جوڑی
آبرو میری ہوئی جاتی تھی تھوڑی تھوڑی
رات بھر بحث و دلائل میں گزارا کئے وہ
میں تو لیٹا رہا اور سر پہ پکارا کئے وہ

میں تو سمجھا تھا خموشی ہے وکیلوں پہ محال
صبح کے نور نے پر ہم کو دکھایا یہ کمال
ہوگئے بند وکیلوں کے جواب اور سوال

ایکسپریس ٹھہر گئی آگیا جب خانیوال
مالٹے آئے نظر مہر درخشاں کی طرح
چائے بھی سرخ ملی لعل بدخشاں کی طرح

للہ الحمد کہ پھر خطہ پنجاب آیا
پھر نظر عہد جوانی کا مجھے خواب آیا
میری یادوں کا وطن پھر یہ تب وتاب آیا
لے کے اس نظم کا تحفہ سوئے احباب آیا
منزل آ پہنچی مجھے اب انہیں کہنا کچھ اور
کہ سفر ختم ہوا آ گیا آخر لاہور

انور مسعود

نثری نظم والوں سے

آپ کے فن کا تعلق عالم بالا سے ہے
یہ ہنر کا زور زیر آسماں ممکن نہیں
شعر لکھتے ہیں یقیناً آپ جاکر چاند میں
ایسی بے وزنی کی کیفیت یہاں ممکن نہیں

بنام ٹیلی ویژن

ہر صبح اذان فجر ہوئی اور ڈوب گئی خراٹوں میں
جو نیند پہ غالب آجائے کوئی ایسا غازی بن نہ سکا
ہر شب کو دکھائی فلم نئی ایماں کی حرارت والوں نے
اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کوئی بھی نمازی بن نہ سکا

جواب مسکت

میں نے کہا کہ آپ نے روک لیا ہے کیوں ہمیں؟
اس نے کہا تم ایسی بات اپنی زباں پہ لائے کیوں؟
تم تو ہو صرف آدمی، ہم ہیں پولیس کے آدمی؟
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم، کوئی گذر کے جائے کیوں؟

غضب

میں نے بھی اپنے شوق کا اظہار کردیا
کل رات مجھ پہ خواب نے کیسا غضب کیا
جو آپ کہہ رہی تھیں وہ سنتا تھا صرف میں
اور میں جو کہہ رہا تھا وہ بیوی نے سن لیا

زلفیں

دوش پر میرے کھلیں زلفیں کسی کی اس طرح
چھا گئی جیسے گھٹا موتی کی لڑیاں بہہ گئیں
محویت میں ریشمی پوشاک میں نے اوڑھ لی
چل دیئے وہ اور میرے شانوں پہ زلفیں رہ گئیں

حقیقی عمر

گود میں تقسیم ہندوستان سے پہلے تھی وہ
والدہ میری بتاتی ہیں ذرا سا سوچ کر
اور اپنے برتھ ڈے پر اس پری پیکر نے آج
کینڈل سترہ جلائیں برتھ ڈے کے کیک پر

بین

الیکشن میں کھڑا ہونے کو اس نے بھینس بیچی ہے
سیاسی کارکن کو دودھ اب کس کو پلائے گا
چلو اس کو بھی چھوڑو تم مجھے اتنا ہی بتلا دو
کہ اب وہ بین کس کے سامنے جاکر بجائے گا

مرزا عاصی اختر

بستر کھلا

تین سو تو مجھ سے دھروائے ہیں ٹی ٹی نے مگر
دوسرے سے چار سو اینٹھے ہیں یہ مجھ پہ کھلا
برتھ دینے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا
"جتنے عرصے میں مرا لپٹا ہوا بستر کھلا"

بیویوں سے خطاب

اپنا شوہر ہے گر عزیز تمہیں
چھوڑ دو اب یہ رزم آرائی
دیکھو اُسے "سوکنان خطۂ خاک"
اب محلّہ ہوا تماشائی

مشورہ

ایک شوہر نے شفا خانے میں شکوہ یہ کیا
"سخت سردی ہے کہاں بیٹھوں پدر ہونے تک"
مشورہ نرس کا یہ تھا کہ فقط پڑھتے رہو
"شمع ہر رنگ میں جلتی ہے سحر ہونے تک"

امیر الاسلام ہاشمی

تعارف

یہ سوچ کے ہم تھوڑا سا گھبرائے ہوئے ہیں
اشعار جو پڑھنا ہیں وہ لکھوائے ہوئے ہیں
گھبرانے کا اک اور سبب یہ ہے کہ اشعار
لکھوائے ہیں جن سے بھی، وہ سٹھیائے ہوئے ہیں

کتابی چہرے

نقص بینائی ہے یا حسن کی ارزانی ہے
چلتے پھرتے نظر آتے ہیں گلابی چہرے
کیا ضرورت ہے خریدیں کوئی اچھی سی کتاب
مفت مل جاتے ہیں پڑھنے کو کتابی چہرے

خم

بذلہ سنجی پہ اگر میرا قلم آجائے
اس قدر آپ ہنسیں، ناک میں دم آجائے
اس لئے کرتا نہیں داد پہ جھک جھک کے سلام
کہیں ایسا نہ ہو اشعار میں خم آجائے

شبیر اختر

☆☆..............................☆☆

کل میں گھر لوٹا تو تھیلے سے فقط نکلی بیاض
اہلیہ خوش تھی کہ اس میں کہیں ترکاری ہے
سات بچے ہیں نتیجہ میری لو میرج کا
ابھی تک یہ محبت کا سفر جاری ہے

روحی کنجاہی

☆☆..............................☆☆

غزل بھی کہہ رہا ہے یہ ظرافت کی سپر بھی ہے
بظاہر مرد ہے لیکن ادھر بھی ہے ادھر بھی ہے
حسین چہروں سے صورت آشنائی ہوتی رہتی ہے
سمجھ لو ابتدائی کاروائی ہوتی رہتی ہے
ہماری بیوی اور مہنگائی دونوں ہیں سگی بہنیں
ہماری جیب کی اکثر صفائی ہوتی رہتی ہے
کہا میں نے کہ میری درخواستوں کا کیا بنا آخر
کہا اس نے کہ ان پر کاروائی ہوتی رہتی ہے

خالد مسعود

☆☆..........................☆☆

لبادے مستقل اوڑھے جو رہتے ہیں متانت کے
سنا ہے ان میں بن مانس کچھ پوشیدہ ہوتے ہیں
لبوں پہ مسکراہٹ صرف انسانوں کے آتی ہے
انسان کے سوا سب جانور مجیدہ ہوتے ہیں

خالد مسعود

☆☆..........................☆☆

ہم کو ٹھنڈا مٹھا پالا بھیڑا لگتا ہے
جیویں کپاہ میں کتا کالا بھیڑا لگتا ہے
سالم ٹانگا کر کے بندہ اس کے گھر جب پہنچے
اگیوں بوہے پہ ہو تالہ بھیڑا لگتا ہے
منڈے کھنڈے بے شک ہم کو چاچا تایا کہہ لیں
کڑی کہے جب ہم کو لالہ بھیڑا لگتا ہے

☆☆..........................☆☆

پھیری اس نے ہم سے اکھیاں برسوں سے
بیٹھ رہی ہیں منہ پہ مکھیاں پرسوں سے
کسی کا ذائقہ ساڈے دل کو بھایا نہیں
ہم نے چھین زہراں چکھیاں برسوں سے
پنجا چا بڑا اس کے چاروں بھائیوں نے

سیک رہے ہیں جب دونوں وکھیاں پرسوں سے
رنگ کاٹ میں ڈالا فیروی پورا نہیں وہ اترا
اک لیلیٰ کا رنگ تھا کالا اپروں بالکل پکا
ساڈے دل کو پاسے سٹیا مار کے اس نے ٹھنڈا
چیتن شرما کو جو مارا میانداد نے چھکا

سید ضمیر جعفری

☆☆..........................☆☆

ہائے یہ حسرتوں کے ویرانے
یہ سمندر نہیں جو بھرتے ہیں
چند لوگوں کے امن کی خاطر
جنگ میں کتنے لوگ مرتے ہیں

☆☆..........................☆☆

سب کو تھوڑا تھوڑا شربت دیدار دیتے ہیں
مگر مصروف ہیں، اتوار کے اتوار دیتے ہیں
ابھی وہ ساتویں درجے میں پہنچے ہیں بہ صدمت
گزشتہ دس برسوں سے فیس بر خوردار دیتے ہیں
وہ کہتے ہیں کہ دنیا امن وآسائش کی جنت ہے
چلو ہم آج ان کو آج کا اخبار دیتے ہیں

☆☆..................☆☆

شباب اور شیب کی کیفیتیں کیونکر بیاں کیجئے
یہ پیچیدہ بھی اور احوال و استدلال لمبے ہیں
مسلم ہے مگر اک فرق بوڑھوں اور جوانوں میں
ہمارے سال لمبے ہیں اور تمہارے بال لمبے ہیں

ڈاکٹر انعام الحق جاوید

☆☆..................☆☆

مرغ مسلم کو جو لڑکے مرغہ مسلم پڑھتے ہیں
سچ پوچھیں تو ان کا میں بیحد لٹریچر کرتا ہوں
وہ جو تاریخ میں یعنی ڈیٹ میں ایم اے ہوتے ہیں
ان لڑکوں کے علم کے آگے گھٹنوں پانی بھرتا ہوں

اطہر شاہ خان جیدی

☆☆..................☆☆

قسمت میں ہم کو لکھی ہیں تنہائیاں بہت
وہ بھی تو ہیں کہ جن کی ہیں ہمسائیاں بہت
اس مدرسے میں ہوتی ہے تعلیم بالغاں
مت جائیو کہ ہوں گی وہاں مائیاں بہت

☆☆..................☆☆

کھڑا ہے گیٹ پہ شاعر مشاعرے کے بعد
رقم کے وعدے پہ ہے اس کو اگر بلایا تو دے
کوئی تو ڈھونڈ کے لائے کہ منتظم ہیں کہاں
لفافہ گر نہیں دیتا نہ دے کرایہ تو دے

سرفراز شاہد

☆☆..................☆☆

روزے رکھے ہیں کس دھڑے سے
عید بھی ٹھاٹ سے منالی ہے
عید سے قبل پیٹ خالی تھا
عید کے بعد جیب خالی ہے

دلاور فگار

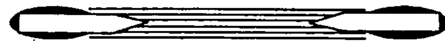
☆☆..................☆☆

اک بڑے افسر کو کل اک حادثہ پیش آ گیا
بیل گاڑی لڑ گئی صاحب کی موٹر کار سے
کار کی رفتار تو زیرو تھی صاحب کے بقول
بیل گاڑی جا رہی تھی ساتھ کی رفتار سے

دلاور فگار

☆☆..............................☆☆

ہم بارہویں کلاس میں جب اسٹوڈنٹس تھے
گھنٹہ تھا ایک روز کسی لیکچرار کا
وہ نوٹس بولتا تھا مگر ایک طالبہ
افسانہ لکھ رہی تھی دل بے قرار کا



سید ضمیر جعفری

☆☆..............................☆☆

دو تمدنوں میں ہم اس طرح سے جیتے ہیں
باجرے کی روٹی کے ساتھ سوپ پیتے ہیں
زندگی سے اتنی مہلت کی بھی کب امید تھی
اپنی پیدائش میں اپنی موت کی تمہید تھی

ضیاء الحق قاسمی

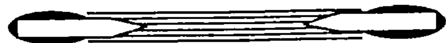
☆☆..............................☆☆

رات دن مصروف رہتا تھا کتب بینی میں وہ
اس کو گمنامی کے ڈر سے پھر تپ دق ہو گیا
وہ کتابیں چھوڑ کر حقہ کشی کرنے لگا
اور پھر لوگوں نے دیکھا وہ محقق ہو گیا

شبیر اختر

☆☆..............................☆☆

ذکر مت کر محلے والوں کا
ہم بھی ایسی نہیں کہ ڈر جائیں
تیرے گھر بھول کر نہیں آتے
اپنا گھر ہو تو اپنے گھر جائیں
آخر اس وارڈ بوائے سے پوچھا
تو ہی بتلا کہ ہم کدھر جائیں
ڈاکٹر کی ہے ضد کہ رہو زندہ
نرس کہتی ہے آپ مر جائیں
کالے چشمے پہ بین لگوا دوں
چشم لیلیٰ سے مے نہیں ملتی
چاہے کتنا بڑا گویا ہو
مگر میں بیوی سے لے نہیں ملتی



نسیم سحر

☆☆......................☆☆

میں نے تو لوٹ لینا تھا کل شب مشاعرہ
اس بات کا خیال نہ لیکن رہا مجھے
غالب کی جو سنائی غزل سب کو یاد تھی
"شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

نجمہ خان

☆☆......................☆☆

بچوں کو بھی اب لوگ ہدایت نہیں کرتے
گھر سرپہ اٹھالیں تو ملامت نہیں کرتے
کہتے ہیں بگڑ جاتے ہیں اس طرح تو بچے
ماں باپ ہیں ہم ایسی حماقت نہیں کرتے

سرفراز شاہد

☆☆......................☆☆

اس نے پھر عید کارڈ میں مجھ کو
لفظ اک بے دھیان لکھا ہے

پھر میری عید کرکری کر دی
پھر مجھے بھائی جان لکھا ہے

☆☆......................☆☆

مدت کے بعد آئے شاید کوئی تغیر
دس بیس سال کیا ہیں عورت کی زندگی میں
یہ بیسویں صدی ہے وہ بیس سال کی ہے
اکیس کی وہ ہوگیا اکیسویں صدی میں

عنایت علی خان

☆☆......................☆☆

اک راشی روزہ دار سے میں نے کہا کہ بھائی
روزے میں پاسداری تقویٰ بھی چاہیئے
بولا کہ وہ ٹھیک ہے لیکن جناب من
افطار و سحر کے لئے خرچہ بھی چاہیئے
پہلے کپڑے کی منہ دکھائی میں
پھر ادھیڑے گئے سلائی میں
بیوی بچوں کے بن گئے جوڑے
اپنا جوڑا رہا کھٹائی میں
سوچا لنڈے سے جاکے لے لیں گے
یا لنگوٹی میں پھا کھیلیں گے
جان پر یہ عذاب جھیلیں گے
آج پھر عید عید کھیلیں گے

☆☆..............................☆☆

ہر نئی ایجاد نے اس بات کی تصدیق کی
یہ جہان آب وگل اک دست کوزہ گر میں ہے
پوچھتے ہو ایشیاء کا اور امریکہ کا فرق
جو ہمارے گھر میں ہے ان کے عجائب گھر میں ہے

نیاز سواتی

☆☆..............................☆☆

پیش جب فہرست کی بیگم نے شاپنگ کی مجھے
میں سمجھتا تھا کہ ہوگی وہ نہایت مختصر
جب پڑھی وہ کھول کر تو اس قدر لمبی سی تھی
"نیل کی ساحل سے لے کر تابخاک کا شغر"

عنایت اللہ خان

☆☆..............................☆☆

رات بازار ہو کے آئے تھے
بلکہ بے زار ہوکے آئے تھے
جی خریدار بن کر پہنچے تھے
اور کیا خوار ہو کے آئے تھے

کیا خبر تھی کہ عید رات کو ہم
جان پر یہ عذاب جھیلیں گے
آج پھر عید عید کھیلیں گے

☆☆..............................☆☆

جنت سے نکالا ہمیں گندم کی مہک نے
گوندھی ہوئی گیہوں میں کہانی ہے ہماری
روٹی سے ہمیں رغبت دیرینہ ہے انور
یہ نان کونٹیمنٹ پرانی ہے ہماری

عبدالحکیم ناصف

☆☆..............................☆☆

انڈسٹریز جتنی تھیں، مکار کھا گئے
سب جائداد میری، میرے یار کھا گئے
بعد از فنا بھی کرتے رہے مجھ سے وہ "فراڈ"
بنوایا جب مزار تو مینار کھا گئے

☆☆..............................☆☆

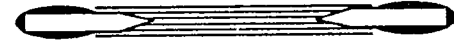
کسی کوچے سے گزر ہو تو غزل ہوتی ہے
پیٹ میں درد اگر ہو تو غزل ہوتی ہے
نازنینوں کا اثر ہو تو غزل ہوتی ہے
تیرا سینڈل میرا سر ہو تو غزل ہوتی ہے

☆☆..............................☆☆

میرے رفیق خاص ہیں کاغذ، قلم، دوات
ان کے سوا کسی سے نہیں ''ٹاک'' ان دنوں
اب ڈاکیا بھی تنگ ہے اور وہ بھی دنگ ہیں
جاتی ہے صبح و شام مری ''ڈاک'' ان دنوں

☆☆..............................☆☆

ماں چلی، ابا چلا، پتہ چلے
یعنی سن ''ڈاٹر'' مدر، فادر چلے
سب ہیں چلنے کے لئے راضی مگر
کیسے اس عالم میں اسکوٹر چلے



عبدالحکیم ناصف

☆☆..............................☆☆

آپ سے اتنی گزارش ہے مری
بجلیاں دل پر گرانا سیکھئے
میں تو روز آتا ہوں شوق دید میں
آپ بھی کھڑکی میں آنا سیکھئے

☆☆..............................☆☆

جتنا غازہ ملو چہرے پر اجازت ہے مگر
''خوب'' ہونے کی اجازت نہیں دی جائے گی
بس اداؤں سے گرفتار کرو ناصف کو
جادو ٹونے کی اجازت نہیں دی جائے گی

☆☆..............................☆☆

دامادی میں سسر کرے گا تجھے قبول
مل جائے گی کڑی سے کڑی دو گھڑی کے بعد
لیکن تو سسر سے نہ یوں عجلت میں بات کر
پڑ جائے گی کمر پہ چھڑی دو گھڑی کے بعد

☆☆..............................☆☆

دو چار ہاتھ پاؤں دبانے کے واسطے
اتنی ہی کھانا وانا کھلانے کے واسطے
یا رب عطا ہوں حوریں ہمیں با وفا حسیں
جنت میں بیویوں کو جلانے کے واسطے

سید ضمیر جعفری

☆☆..............................☆☆

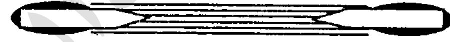
زندگی نیچے کہیں منہ دیکھتی ہی رہ گئی
کتنا اونچا لے گیا جینے کا معیار آدمی

دل رہن صومعہ ، دستار رہن میکدہ
تھا ضمیر جعفری بھی اک مزیدار آدمی

سید محمد جعفری

☆☆..........................☆☆

بنا ہے کوٹ یہ نیلام کی دکاں کے لئے
"صلائے عام ہے یاراں نکتہ داں کے لئے"
بڑا بزرگ ہے یہ آزمودہ کار ہے یہ
کسی مرے ہوئے گورے کی یادگار ہے یہ



پُرانی پتلون

(سید فتح علی انوری)

چھ روپے میں کیا بُری تھی یہ پُرانی پینٹ بھی
جس میں لپٹیں اُٹھ رہی تھیں اک قدیمی سینٹ کی
چھ روپے تو کیا بُرے تھے گر یہ ہوتا رینٹ بھی
گوکہ تھی اس میں شباہت شادیوں کے ٹینٹ کی
پہلا مالک کون تھا؟ زندہ بھی ہے یا مر گیا
جانتے ہیں صرف ہم یہ ، ہم پہ تہمت دھر گیا
دس روپے لے کر کی درزی نے فٹ کرہی دیا
کپڑا جو باقی بچا تھا اس میں جیکٹ بن گیا
اچھے خاصے ہم بھی "بابوجی" نظر آنے لگے
رُعب کچھ ایسا پڑا کہ سب پہ ہم چھانے لگے
اس پہ "برٹن" کی مہراب بھی نظر آتی تھی صاف
اس کی رنگت ہیچ کرتی تھی فضائے کوہ قاف
نہ تھی نیلی، نہ تھی پیلی، تھی یہ یکتا رنگ میں
ایسا لگتا تھا کہ کوا گر گیا ہے رنگ میں



(محمد ممتاز راشدؔ)

جنہیں ہنستے ہوئے لوگوں سے چڑ ہے
ہمیں ایسے برے لوگوں سے چڑ ہے

عجب اطوار ہیں اس نا سمجھ کے
اسے اچھے بھلے لوگوں سے چڑ ہے

نجانے کیوں ہے وہ سب سے کھنچا سا
نجانے کیوں اسے لوگوں سے چڑ ہے

بھلا مجھ سے نہ تم کیسے چڑو گے
کہ تم کو سب کھرے لوگوں سے چڑ ہے

تو اس پر آپ کیوں چڑتے ہیں صاحب
ہمیں گر بے تکے لوگوں سے چڑ ہے

قریب آئے نہ وہ راشدؔ کے ہرگز
جسے بھی سر پھرے لوگوں سے چڑ ہے

